جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

نومبر
۲۰۰۲ء

رمضان المبارک
۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۰ | رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ - نومبر ۲۰۰۲ء | شمارہ : ۱۱

مدیر اعلیٰ

سید محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے	سالانہ	۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	〃	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	〃	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	〃	۱۶ ڈالر
برطانیہ	〃	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301

فون : 7724581 فون/فیکس : 92-42-7726702

E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

رشید میاں طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۱۵
زکوۃ، احکام اور مسائل	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	۲۳
بیس رکعت تراویح	حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ	۳۳
فہم حدیث	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۵۰
تحریک احمدیت		۵۲
دینی مسائل		۵۵
تقریظ وتنقید		۵۷
حاصل مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۸

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمُود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

گزشتہ ماہ ۱۰؍اکتوبر کو ملک میں بیک وقت قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوئے جن کے نتیجہ میں مجموعی اعتبار سے توقعات کے برعکس مذہبی جماعتوں کی نمایاں کامیابی نے سب کو حیران کر دیا جبکہ امریکہ اور یورپ کے لیے یہ نتائج مایوسی کا سبب بن گئے۔ ملک کے دو صوبوں سرحد اور بلوچستان میں مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے مذہبی جماعتوں نے فیصلہ کن برتری حاصل کی اور کراچی حیدرآباد میں بھی ان کی کامیابی قابلِ ذکر ہے جبکہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے دھڑے پنجاب یا سندھ میں سے کسی ایک صوبہ میں کامیابی حاصل کر سکے ہیں۔ ملک کے چار صوبوں میں سے دو صوبوں میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے باقی جماعتوں پر برتری ثابت کرنے کا اعزاز صرف مذہبی جماعتوں کو حاصل ہوا ہے یہ تو صوبائی اسمبلیوں کی صورتِ حال ہے۔

باقی قومی اسمبلی جو کہ ملک کا قانون ساز ادارہ ہے اس میں بھی مجلسِ عمل کے پلیٹ فارم سے مذہبی جماعتوں نے غیر متوقع کامیابی حاصل کی ہے مگر کوئی بھی جماعت واضح اور قطعی برتری حاصل نہیں کر سکی ہے۔ اس صورتِ حال میں جو بھی حکومت بنائے گا مشکل صورتِ حال سے دو چار رہے گا اور قانون سازی کا عمل تو نہ ہونے کے برابر ہوگا اس لیے عوام کو مجلسِ عمل سے کسی معجزہ کی اُمید نہ کرنی چاہیے کیونکہ اصل تبدیلی اور انقلاب قانون سازی کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے جو کہ موجودہ حالات میں خاصی مشکل ہوگی۔

مجلسِ عمل جو کہ مذہبی جماعتوں کا اتحاد ہے اس سے کسی اہم تبدیلی کی توقع کرنے میں عوام اسی وقت حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ جب وہ ان جماعتوں کو قومی اسمبلی میں کم از کم ستر اسی فیصد سیٹوں پر کامیاب کرائیں۔ افسوس کہ پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب، اس کے بعد سندھ نے اس موقع پر اپنے بڑے پن کا احساس نہ کیا اور گزشتہ کی طرح اس بار بھی غیر مذہبی اور امریکہ نواز پارٹیوں کو ووٹ دے کر نا صرف ملک وقوم کے ساتھ دغا کیا بلکہ آخرت کے اعتبار سے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب بھی کیا۔

پاکستان کو اگر فلاحی مملکت بنانا ہے تو قومی اسمبلی میں مذہبی جماعتوں کو واضح اکثریت کے ساتھ کامیاب کرانا ہوگا جو کہ عوام کی نا صرف ذمہ داری ہے بلکہ شرعی فریضہ بھی ہے۔ مذہبی جماعتوں کی موجودہ محدود کامیابی پر بھی مغرب والے بہت تشویش میں مبتلا ہیں جس کا اندازہ ۲۰ر اکتوبر کے نوائے وقت میں شائع ہونے والی اس خبر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جس کو ہم قارئین کے لیے بعینہٖ شائع کر رہے ہیں :

> امریکہ و برطانیہ سمیت دیگر مغربی ممالک نے متحدہ مجلسِ عمل کی حکومت کے بارے میں اپنے تحفظات سے حکومت پاکستان کو آگاہ کر دیا ہے۔ اس طرح متحدہ مجلسِ عمل کی جانب سے وزارتِ عظمیٰ کے اُمیدوار مولانا فضل الرحمٰن کی امریکہ، برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک کے سفیروں سے ملاقاتیں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ متحدہ مجلسِ عمل کے ذمہ دار ذرائع کے مطابق امریکہ و برطانیہ کے تحفظات سے حکومت پاکستان نے متحدہ مجلسِ عمل کو آگاہ کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق اس بارے میں واضح موقف جنرل ٹومی فرینکس کے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران سامنے آیا اور امریکہ کی جانب سے پاک افغان سرحد پر امریکی فوجوں کی تعیناتی دراصل حکومت پاکستان کے لیے واضح پیغام تھا کہ امریکہ پاکستان کی جانب سے افغان پالیسی میں ذرا سی بھی تبدیلی برداشت نہیں کرے گا۔ متحدہ مجلس عمل کے ذرائع کے مطابق امریکہ و برطانیہ کے سفارتکاروں نے خصوصاً مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات کے دوران ان سے پاکستان میں موجود امریکی اڈوں اور القاعدہ کے خلاف جاری آپریشن کے حوالہ سے بہت سے سوالات کیے اور مولانا فضل الرحمٰن کی جانب سے اس حوالہ سے دیئے جانے والے جوابات سے وہ مطمئن نہیں ہوئے۔ اسی دوران صدر جنرل مشرف کے قریبی ساتھی نے گزشتہ روز متحدہ مجلسِ عمل کے ایک مرکزی نائب صدر کو

امریکہ، برطانیہ کے تحفظات کے حوالے سے آگاہ کیا اور کہا کہ وہ اب مرکز میں وزارت عظمیٰ وزارتِ خارجہ، وزارتِ داخلہ، وزارتِ خزانہ، وزارتِ مواصلات اور وزارتِ تعلیم نہ لیں بلکہ اس کے علاوہ دوسری وزارتوں پر مسلم لیگ (ق) سے بات کریں کیونکہ یہ وزارتیں القاعدہ کے خلاف جاری امریکی آپریشن سے کسی نہ کسی طرح منسلک ہیں اور امریکہ و برطانیہ یہاں پر متحدہ مجلس عمل کی مداخلت نہیں برداشت کریں گے۔ ملک میں حکومت سازی کے عمل میں شریک اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے درمیان گفتگو کی مانیٹرنگ کرنے والے اعلیٰ حکومتی عہدیدار نے بھی متحدہ مجلسِ عمل پر واضح کیا ہے کہ وہ دو صوبوں میں حکومتیں بنائیں اور مرکز میں وزارتِ عظمیٰ اور دیگر اہم وزارتیں نہ لیں بلکہ سپیکر، وزارت قانون و پارلیمانی اُمور، وزارتِ خوراک اور وزارتِ اطلاعات لیں۔ اس نئی صورتِ حال پر آئندہ ۲۴ گھنٹے میں متحدہ مجلسِ عمل کی مرکزی قیادت غور کرنے کے لیے ہنگامی اجلاس کرے گی جس کے بعد نیا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ ذمہ دار ذرائع کے مطابق ان سفارتکاروں نے مولانا فضل الرحمٰن کی جانب سے ملا عمر اور اُسامہ بن لادن کی حمایت کے دوران امریکیوں کے قتل کے فتوی کی خبریں بھی حکومت پاکستان کو اپنے تحفظات کے ساتھ دلیل کے طور پر دی ہیں اور یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امریکہ و برطانیہ نے مولانا فضل الرحمٰن کو ویزہ دینے سے بھی انکار کر دیا اس لیے اب متحدہ مجلسِ عمل کے یہ اُمیدوار کسی بھی طور پر قابلِ قبول نہیں ہیں۔

امریکہ اور مغربی حکومتوں کا یہ ردعمل پاکستان کے عوام کی رائے کا تمسخر اڑانا اور ملکی معاملات میں کھلی مداخلت ہے۔ اس موقع پر فوجی حکمرانوں کو بہت دانائی سے کام لینا ہوگا کیونکہ امریکہ کی کوشش ہوگی کہ کسی نہ کسی طرح مذہبی قوتوں اور فوج میں تصادم کرادے کیونکہ فوج اور مذہبی قوتوں کا تصادم جس کے نتیجہ میں یہ دونوں کمزور پڑ جائیں بہرحال امریکہ اور دیگر کافر حکومتوں کے من کو بھاتی ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً — درسِ حدیث — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری ومقبول فرمائے۔ (آمین)

علمِ ظاہری سیکھنے ہی سے آتا ہے، قاری کا مطلب
بڑوں کو چھوٹوں سے علم حاصل کر لینا چاہیے
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بے نفسی

تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

(کیسٹ نمبر ۳۷/ سائیڈ بی/ ۸۴۔۷۔۲۰)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو جناب رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے اُن کے بارے میں حدیثیں آرہی تھیں اُن میں یہ آتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے ان کے احترام کو پسند فرمایا، ان کے احترام میں کمی پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور یہ فرمایا کہ چچا جو ہوتا ہے وہ بمنزل باپ کے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ بچوں سمیت آؤ سب کے لیے دُعا کروں گا وہ بچوں سمیت آئے تو سب کے لیے دُعا فرمائی۔

دنیا وآخرت کا اعزاز :

حضرت ابن عباسؓ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے جناب رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب یعنی حضرت عباسؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے خود اُن کے بارے میں یہ فرمایا العباس منی وانا منہ عباس مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں یعنی میں اُن کے اہلِ اقارب میں ہوں اور وہ میرے اہل قرابت میں یا وہ میرے ہیں میں اُن کا ہوں۔ اس طرح کے کلمات جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کے لیے فرمادیئے وہ

بہت بڑا اعزاز ہیں اور دُنیا کا نہیں آخرت کا بھی اعزاز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو دفعہ دیکھا ہے۔ رای جبرئیل علیہ السلام مرتین ودعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتین اور دو مرتبہ میرے لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے واسطے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ دُعا فرمائی ان یؤ تینی اللہ الحکمۃ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو حکمت عطا فرمائیں

حکمت کا مطلب :

اب حکمت کے معنی مختلف ہیں یعنی لوگوں نے اس کا استعمال مختلف رکھا ہے۔ حکیم کے معنی سمجھتے ہیں کہ جو عقل مند ہو، حکیم کے معنی فلسفی بھی ہیں جو فلسفہ سے واقف ہو اور حکیم طبیب کو بھی کہنے لگے تو پہلے جو حکیم کے معنی تھے وہ فلسفی کے تھے اور شریعت میں کیا معنی ہوتے ہیں اُس کی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کی ہے انھوں نے کہا الحکمۃ الا صابۃ فی غیر النبوۃ[1] یعنی نبی نہ ہو مگر صحیح بات تک پہنچ جائے ایسے صحیح بات تک پہنچ جاتا ہو کہ جو عنداللہ بھی صحیح ہو تو یہ کام تو انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے یہ تو خدا کی طرف سے عطا ہو تو ہوتا ہے۔ کوئی گفتگو کی جارہی ہو تو صحیح نتیجہ تک پہنچے، کوئی عبارت سامنے آئے تو اس کا صحیح مطلب سمجھے، قرآن پاک کی کوئی آیت آئے تو صحیح مطلب سمجھے اور اس کی گہرائی تک پہنچے تو حکمت کی دعا فرمادی اور قرآن پاک میں آتا ہے من یوتی الحکمۃ فقد اوتیی خیرا کثیرا جس کو حکمت عطا ہوگئی تو اُس کو بہت بڑی بھلائی عطا ہوگئی، تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر انسان ایسا ہو جائے کہ وہ تمام چیزوں میں صحیح چیز تک پہنچ جاتا ہو تو یہ بہت بڑی بات ہے، بہت بڑی استعداد ہے اور خدا کا اس پر بڑا فضل ہے خصوصاً جبکہ دین کی باتوں میں صحیح چیز تک پہنچ جاتا ہو۔

رات گزارنے کی اجازت اور دُعاء :

ایک دعا فرمائی تھی اللّٰھم علمہ الکتاب وہ الگ آتی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت خالد ابن الولیدؓ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے تو ایک بہن تو بیاہی گئی تھیں بنو اُمیہ میں تو حضرت خالد ابن ولیدؓ یہ اُموی ہیں اور دوسری جناب رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ تھیں ان کا نام میمونہؓ تھا اور تیسری بہن حضرت عباسؓ کے پاس اُن کے نکاح میں تھیں تو اُن کو موقع مل گیا اُس وقت تک یہ بچے تھے بالغ نہیں تھے اور اگر بالغ ہوتے بھی تو بھی خالہ ہیں، اُن کے پاس رات گزارنے کی اجازت چاہی اور اجازت یوں چاہی کہ جس دن جناب سول اللہ ﷺ کی باری آپ کے ہاں ہو میں اُس دن رہنا چاہتا ہوں رات کو، تاکہ میں یہ دیکھوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کیا کرتے ہیں رات کیسی گزارتے ہیں تو آقائے نامدار ﷺ گھر میں تشریف لائے تو ان کو دیکھا اور پھر آپ نے پوچھا یہ سو گئے نَامَ الْغُلَیِّمُ[2]

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۱ [2] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۲

بچہ سو گیا؟ تو پھر آپ نے کچھ دیر گھر والوں سے گفتگو کی۔

عشاء کی نماز میں تاخیر افضل ہے اور اس کی وجہ :

طریقہ یہ تھا کہ عشاء کی نماز دیر سے پڑھتے تھے جیسے یہ رائیونڈ یا بلال پارک میں تبلیغی جماعت والے حضرات کرتے ہیں کہ رات کو عشاء کی نماز میں خاصی دیر ہو جاتی ہے۔ کھانا وغیرہ بھی کھا لیتے ہیں پھر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پسند کردہ طریقے کے قریب ہے۔

شروع وقت میں پڑھنے کی وجہ :

اور آپ نے جو اس کو شروع وقت میں پڑھا ہے تو یہ فرما کر پڑھا ہے کہ اگر میں اپنی اُمت کے لیے یہ شاق نہ سمجھتا کہ ان کو مشقت ہوگی تو رات کے تین حصے کر لیے جائیں تو ثلث لیل تک میں عشاء کی نماز رکھتا، گویا پسند یہی تھا اور اس میں فائدہ ظاہر ہے کہ عبادت کرے گا پھر سو جائے گا گویا سونا جو ہوا وہ عبادت کے بعد ہوا اب ہر سونے والا صبح کو ضرور ہی اُٹھ جائے یہ تو نہیں ہوتا کوئی کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سویا ہے تو سوتا ہی رہ گیا تو گویا عبادت کے بعد سویا۔ اس واسطے ایک تو اس کا موخر کرنا پسند تھا دوسرے یہ پسند تھا کہ اس کے بعد باتیں نہ کی جائیں کیونکہ اگر باتیں کی گئیں تو پھر سونا ہوگا باتوں کے بعد، وہ نہیں ہونا چاہیے، سونا ہونا چاہیے عبادت کے بعد۔

عشاء کے بعد گفت و شنید کی حیثیت :

تو اس میں یہ بحث آتی ہے کہ کیا بالکل ہی منع ہے یا کبھی ایسے کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ عشاء کے بعد باتیں کی ہوں۔ کہتے ہیں رات کو جو باتیں کی جاتیں ہیں اور قصے کہانیاں جیسے سُنائے جاتے ہیں وہ عربوں کا رواج تھا چاندنی راتیں ہوتی تھیں بہت ٹھنڈی ہوتی تھیں تو وہاں بیٹھ جاتے تھے باتیں کرتے رہتے تھے ایسے ہی جو سردار تھے اُن کے پاس جو آ گئے وہ جیسے یہاں دیہات میں سمجھ لیجئے کہ حقہ چل رہا ہے بیٹھے ہیں باتیں ہو رہی ہیں اور جب تھک گئے تو جو تھکتا گیا وہ چلا گیا اور سو گیا، اسی طرح وہاں سرداروں کے ہاں بھی ہوتا تھا اُسے منع فرمایا کہ یہ نہیں یہ تو سونا ہوا انسان کا لغویات کے بعد، ادھر اُدھر کے خیالات کے بعد جیسے کوئی ناول پڑھتا ہوا سو جائے افسانہ پڑھتا ہوا سو جائے تو یہ کیا بات ہوئی یہ غلط ہے، تو کیا باتیں مطلقاً منع ہیں یا کسی قسم کی باتیں جائز بھی ہیں تو جوازِ سمر کے لیے استدلال کرتے ہیں اس واقعہ سے جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سُنا رہے ہیں کہ پھر آپ تشریف لائے اور پوچھا بچہ سو گیا اور پھر حدیث میں یہ آیا ہے **فتحدث مع اهله ساعة** کہ گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر آپ نے بات کی یعنی اہلیہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے تو معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد گفتگو بالکل نہ کرنا یہ حکم نہیں ہے گفتگو کر سکتا ہے۔

بعد عشاء علمی گفتگو :

ایک اور مسئلہ اس میں یہ آتا ہے کہ گفتگو ہو رہی ہے مگر وہ علمی ہے ساری، تو وہ کہلائے گی سمر بالعلم تو وہ جائز ہے کیونکہ وہ علمی ہے اس طرح گویا مطالعہ بھی جائز ہے علمی کتابوں کا دینی کتابوں کا تکرار جائز ہوگا یہ طالب علم بیٹھ کر ایک دوسرے کو سُناتے ہیں اور یاد کرتے ہیں، قرآن پاک یاد کرنا یہ بھی درست ہوگا تو اس واقعہ سے اس طرح کے مسائل بھی استنباط کیے گئے۔ بہرحال انھوں نے وہاں رات گزاری۔

تہجد کے وقت اُٹھنا :

اب ہوا یہ کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُٹھے، اُٹھ کر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لآیات لاولی الالباب (آخر سورت تک)۔ یہ آیتیں آپ نے پڑھیں۔ یہ دیکھتے رہے ان کی توجہ ساری رات اِدھر ہی رہی کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے ہیں پھر آقائے نامدار ﷺ غسل خانہ میں بیت الخلاء میں تشریف لے گئے۔

خدمت میں پیش پیش :

تو اُنھوں نے پانی کا لوٹا رکھ دیا کہ آپ پھر استنجاء بھی فرمائیں گے۔

طبیعتِ مبارکہ میں نفاست و پاکیزگی :

رسول اللہ ﷺ نے جو بہت پسند کیا ہے وہ ڈبل استنجاء پسند فرمایا ہے ایک دفعہ مٹی (کے ڈھیلے) سے ہو جائے دوسری دفعہ پانی سے ہو جائے، تو مٹی سے کرنے کے بعد پھر پانی سے استنجاء کرنا جونسی بھی ضرورت ہو چاہے فقط پیشاب کی ہی ضرورت ہو تو بھی یہی ہے۔ دوسرے پھر انھوں نے وضو کے لیے پانی رکھا تھا۔

خدمت کا پھل :

یہ دیکھا تو پھر ان کو آپ نے اپنے سینے سے لگایا چمٹا لیا اور ان کے لیے دُعا کی کہ اللّٰھم علمہ الکتاب [۳] خداوند کریم تو انھیں اپنی کتاب کا علم عطا فرما۔

علم ظاہری سیکھنے ہی سے آتا ہے :

اب علم کا قاعدہ یہ رہا ہے کہ علم سیکھنا ہی پڑھتا ہے اور کوئی سیکھتا ہے شوق سے محنت کر کے اور کوئی سُست رفتاری سے سیکھتا ہے لیکن علم کا قاعدہ یہی ہے کہ وہ سیکھا ہی جائے۔ یہ علم ظاہری کسی کو ویسے ہی آجائے ایسا نہیں ہوتا تو اُس دُعا کا

---

[۳] بخاری شریف ص ۱۷

نتیجہ یہ رہا کہ ان کو اس علم کا شوق ہوگیا۔ ہر صحابی سے جس سے جو بات متعلق ہوتی تھی وہ اُس سے پوچھتے تھے اور جو زیادہ بڑا عالم نظر آتا تھا اُس سے بھی پوچھتے تھے اور بس اسی کام میں لگے رہے۔ یہ اثر تھا جناب رسول اللہ ﷺ کی دُعا کا تو اب ایسے ہوا کہ انھوں نے صحابہ کرامؓ میں جو بڑے بڑے صحابی تھے ان کی شاگردی کی حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ ہیں جو بہت بڑے قاری تھے۔

قاری کا مطلب :

قاری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لہجے سے قرآن پڑھتے تھے بلکہ قاری کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن پاک کے علوم سے بھی واقف تھے۔ فقط یہ نہیں کہ قاری ہی تھے بلکہ حافظ بھی تھے اور قرآن پاک کے علوم پر عبور تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اقرء نا ابی ہم میں سب سے عمدہ پڑھنے والے قراءتوں کا علم رکھنے والے یہ ابی ابن کعبؓ ہیں اور اقضانا علی ہم سب میں عمدہ فیصلہ دینے والے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ جملے بخاری شریف میں ہیں۔ اب یہ اُن کے پاس جانے لگے اُن سے جتنی معلومات ہوسکیں وہ کیں اور وہ بہت بڑے عالم تھے۔

کوفہ کے شخص کا قصہ :

ایک شخص کوفہ والا کہتا ہے کہ میں گیا وہاں میں نے دیکھا ایک آدمی ہے جو بہت ہی سادہ لباس میں ہے اُس کے گرد لوگ جمع ہیں اُس نے کچھ خطاب کیا اُس کے بعد وہ چلا گیا۔ جب وہ گیا تو میں نے پُوچھا یہ کون تھے تو معلوم ہوا کہ وہ اُبی ابن کعبؓ تھے۔ کہتے ہیں کہ میں اُن کے گھر پیچھے پیچھے چلا گیا میں نے وہاں ان سے بات چیت شروع کی اور میں نے دیکھا اُن کا گھر زاہدانہ ہے اُن کے پاس گھر میں کوئی ساز و سامان نہیں تو اس زاہدانہ حالت کو دیکھ کر میں تعجب میں رہا کہ لباس بھی اس قدر سادہ اور یہاں دیکھتا ہوں تو یہ بھی زاہدانہ حالت ہے، گھر میں سامان ہی کوئی نہیں ہے۔

بڑوں کو بھی معذرت کرنی چاہیے :

تو مجھ سے انھوں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا کُوفہ سے آیا ہوں، کہنے لگے کہ کچھ مانگنے ہی آئے ہو گے۔ اُس زمانے میں ایسی ہی حالت ہوگی کوفے والے وہاں جاتے ہوں گے پھر پیسے مانگتے ہوں گے۔ یہ جملہ اُن کی زبان سے نکلا، ان کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے وہیں قبلہ کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ خداوند کریم تو جانتا ہے میں یہاں علم حاصل کرنے آیا ہوں اور انھوں نے مجھ سے ایسی بات کہی ہے جس سے مجھے اتنا رنج ہوا وغیرہ تو اس پر حضرت ابی ابن کعبؓ نے ان سے معذرت کی، انھوں نے ان سے وقت چاہا تو آئندہ جمعرات کا وقت دیا کہ میں آئندہ جمعرات کو جو کچھ مجھے آتا ہے میں وہ سارا کچھ بتادوں گا تو یہ کہتے ہیں کہ میں پھر انتظار میں رہا، جب وہ دن آیا تو میں گھر سے

نکلا دیکھتا ہوں تو ہر جگہ مجمع نظر آیا گلیوں میں مجمع تو میں نے پوچھا کیا ہوا کیسے آپ لوگ جمع ہیں، کہنے لگے کہ حضرت اُبی ابن کعبؓ کی وفات ہوگئی تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے جو ساتھی ہوں گے دوست ہوں گے اُن سے ذکر کیا کہ ایسے اُن کا میرے ساتھ وعدہ تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ بس یہ خدا کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے جو علوم تھے مخفی اُن کو مخفی ہی رکھنا پسند فرمایا کیونکہ اُنھوں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ سارا کچھ بتا دوں گا۔

صحابہؓ کی احتیاط اور تعلیم کا اصول :

تو اس میں احتیاط کرتے تھے صحابہ کرام اور آدمی کو اتنی بات بتاتے تھے جس کا وہ اہل ہو اور وہ بات بتاتے تھے جس سے نفع ہو، اگر اندیشہ ہو کہ نقصان ہوگا تو وہ بات نہیں بتاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہدایت فرمائی ہے **حدثوا الناس بما یتعارفون** لوگوں کو اُتنی باتیں بتاؤ اور وہ باتیں بتاؤ جو وہ جانتے ہیں جو اُن کی سمجھ قبول کر لیتی ہو۔ اگر تم نے بہت گہری باتیں علمی باتیں اور نکات ظاہر کرنے شروع کر دیے جو اُن کی سمجھ میں نہ آئیں تو پھر وہ انکار کر دیں گے اور اُن کا انکار کرنا اُس کو قبول نہ کرنا یہ گویا خدا اور رسول کی تکذیب ہو جائے گی خدا اور رسول کو جھٹلانا ہو جائے گا تو فرماتے ہیں **حدثوا الناس بما یتعارفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ** کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اللہ اور رسول کو جھٹلایا جائے یعنی تم نے اگر اُن کے سامنے پوری علمی باتیں جو تم جانتے ہو جس تک تم آہستہ آہستہ پڑھ پڑھ کر پہنچے ہو وہ باتیں ذکر کرو گے تو ایک دم وہ انکار کر بیٹھیں گے کہ نہیں، سمجھ قبول نہیں کرے گی کیونکہ ان میں ابھی نہ اتنی استعداد آئی ہے کہ وہ اس کو پوری طرح سمجھ سکیں اور سمجھ قبول نہیں کرے گی تو طبیعت اُچٹ جائے گی تو اس لیے منع فرمایا ہے۔

خدائی حکمت :

اب اللہ تعالیٰ نے گویا اُن کا پردہ رکھ لیا جو علوم اُن کے ساتھ ایسے تھے جو نہیں بتائے جاتے عام طور پر یا منع آیا ہے کہ وہ بتائے نہ جائیں اور وہ مفید بھی نہیں ہیں اگر نہ بتائے جائیں تو وہ مضر بھی نہیں ہیں تو ایسی چیزیں نہیں بتائی گئیں۔

دو قسم کے علوم :

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میرے پاس دو برتن ہیں، ایک برتن تو میں نے پھیلا دیا یعنی علم کا ایک حصہ تو میں نے دے دیا ہے سکھایا ہے لوگوں کو، وہ تو میں بتاتا ہوں بیان کرتا ہوں اور دوسرا حصہ جو ہے **فلو بثثتہ** اگر میں اُسے نشر کرنے لگوں وہ جو دوسرا میرے برتن میں علم ہے تو **قطع ھذا البلعوم**[۴] یہ جو "بلعوم" ہے گلہ میرا یہ کاٹ دیا جائے گا تو معلوم ہوا کہ اُنکو کچھ معلومات تھیں جو فتنوں کے بارے میں تھیں ان کے وہ اشارے تو دیا کرتے تھے، اشارے تو موجود ہیں اور زیادہ تفصیل سے وہ نہیں بتا سکتے تھے مثلاً جب وہ فتنے شروع ہوئے تو وہ فرماتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو نام بھی لے

[۴] بخاری شریف ص ۲۳

دوں کہ فلاں اور فلاں اور فلاں لیکن میں نام نہیں لیتا۔ حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ ان کے سامنے منافقین کے نام تھے تو ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا وہ جو تھے وہ تو سب مر گئے ایک رہ گیا ہے لیکن وہ اس حالت میں ہے کہ اُسے اگر ٹھنڈا پانی پلاؤ تو پانی کی ٹھنڈک بھی اُس کے اعضاء محسوس نہیں کریں گے وہ اتنا بے کار ہو چکا ہے اتنا کمزور ہو چکا ہے اس بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے، تو ایسی چیزیں تھیں تو سہی۔

اُستاذ کی تعظیم اور علم کی طلب :

اب حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے علم حاصل کیا اور پوری تعظیم کے ساتھ علم حاصل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں چلا جاتا تھا دوپہر کو، انھیں طلب میں یہ بھی خیال نہیں ہوتا تھا کہ یہ دوپہر کا وقت ہے اور جاکر حضرت اُبی ابن کعبؓ سے ملتا تھا لیکن مجھے پتا چلتا تھا کہ وہ سو رہے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ اگر اُنھیں بتادیا جائے کہ میں آیا ہوں تو وہ میرے ساتھ اتنا تعلق رکھتے تھے اور ایسا مجھے مقام دیتے تھے کہ وہ اُٹھ جاتے لیکن میں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ میں باہر بیٹھا رہتا تھا اور گرم ہوا کے تھپیڑے مجھے لگتے رہتے تھے تسفح الریح اور انتظار کرتا تھا جب وہ خود اُٹھیں تو پھر اُن سے میں پوچھتا تھا، اس طرح سے انھوں نے علم حاصل کیا۔ ایک دفعہ انھوں نے دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار تھے تو انھوں نے رکاب پکڑلی، انھوں نے منع کیا کیونکہ یہ ابن عم رسول اللہ ﷺ تھے، لوگ ان کو خطاب کرتے تھے تو یہ لفظ کہہ بھی دیا کرتے تھے کہ یا ابن عم رسول اللّٰہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی، تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ھکذا نفعل بعلماء نا ہم اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح کریں گے یعنی اکرام واحترام، تو بہت احترام کرتے تھے اور ان سے انھوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔

علمی بلندی اور بڑوں کا قرب :

اب علم حاصل ہوتے ہوتے اتنا زیادہ ہو گیا اور رفتار اس کی اتنی زیادہ تھی کہ چھوٹی عمر ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے علامہ کے مقرب ہو گئے۔ لوگوں نے کہا آپ ان کو بٹھاتے ہیں، مشوروں میں شامل کرتے ہیں اور ان جیسے تو ہمارے بچے ہیں یہ ہمارے بچوں کی عمر کے ہیں، تو اُنھوں نے فرمایا کہ تم جانتے ہی ہو کہ یہ کس وجہ سے ہے یعنی اسکی وجہیں دو ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور دوسری وجہ اور بھی ہو سکتی ہے سمجھداری اور علم بھی تو غالباً ان کے پیشِ نظر یہی تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیشِ نظر یہی تھا کہ ان کا علم بہت ہے۔

علمی امتحان :

چنانچہ ایک دن انھوں نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ..... اس سُورت میں اللہ

تعالیٰ نے کیا خاص بات بتائی ہے تو کسی نے کہا کہ جب ہماری مدد ہو اور ہمیں فتح ہو تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُس وقت بھی استغفار کرتے رہے اور خدا کی تسبیح کرتے رہیں، تو مطلب تو انھوں نے بھی غلط تو نہیں بتلایا لیکن جس گہرائی تک وہ پوچھنا چاہتے تھے وہ بات ابھی نہ ہوئی تو کوئی نہ بتا سکا، انھوں نے بعد میں ان سے پوچھا کہ بتاؤ کہ اس کی مراد کیا ہے؟ تو اب کوئی بھی بتائے گا تو وہ ترجمہ کردے گا یا اس سے متعلق چیزیں نکال کر بتادے گا اور حضرت عمرؓ پوچھنا چاہتے تھے کہ شانِ نزول کیا ہے یہ اُتری کس وجہ سے ہے؟ خاص بات جو ہے وہ بتاؤ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی اطلاع ہے کہ جب یہ حال ہو جائے کہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگیں تو پھر تم خدا کی طرف متوجہ رہنا فسبح بحمد ربک واستغفرہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے فرمایا مااعلم منھا الاما تعلم بس اتنا ہی میرا بھی علم ہے جتنا تمہارا یعنی تم نے بھی وہی بات بتائی جس بات تک میں پہنچا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنا مقرب بنا رکھا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی فضیلتوں سے نوازا اور یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی دُعاؤں کا اثر تھا اور یہ اتنے بڑے عالم ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کی بے نفسی :

ایک تھوڑا سا قصہ ہے اور اس میں ایک بہت بڑا سبق ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں ہیں بہت بڑے آدمی ہیں اُمت کے دس چیدہ حضرات میں ہیں جنھیں جناب رسول اللہ ﷺ نے جنت کی گارنٹی دی ہے اُن میں وہ ہیں تو اُن کی بے نفسی کا یہ حال تھا کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک اور اُس کی تفسیر پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہ بہت بڑے صحابی ہیں اور اُن کا مقام یہ ہے کہ جو وہ بات بتا دیتے تھے یا کہہ دیتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر اُس پر گواہ نہیں مانگتے تھے جو عشرہ مبشرہ میں ہیں بڑے بڑے حضرات، ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رویہ یہی رہا۔

تثبت نہ کہ بے اعتباری :

باقی حضرات جو صحابہ کرامؓ تھے وہ اگر کوئی حدیث ایسی سُناتے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ سُنی ہو تو پوچھتے تھے کہ کوئی اور بھی ہے جس نے سُنی ہے اُسے بھی بلاؤ اُس نے کیا سُنا یعنی ممکن ہے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو تو اس کا نام ہے "تثبت" کہ اور کسی کو بھی لاؤ۔ یہ بے اعتباری نہیں ہے بلکہ ایک قسم ہے مضبوطی کی کہ جو بات معلوم ہو وہ پوری طرح معلوم ہو مضبوط ذرائع سے معلوم ہو جس پر جما جا سکے۔

موزوں پر مسح اور حضرت سعدؓ کا مقام :

ان کے بیٹے عبداللہ ابن عمرؓ انھوں نے کہیں سفر میں دیکھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کہ موزوں پر مسح کر رہے

ہیں انھوں نے کہا یہ جناب کیا کر رہے ہیں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کر رہے ہیں۔ کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا تھا اور تم اپنے والد صاحب سے پوچھنا تو جب یہ مدینہ منورہ آئے تو والد صاحب سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے تمھیں کس نے بتایا انھوں نے کہا کہ ایسے واقعہ ہوا تھا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اذا حدثک سعد شیأ فلا تسئل عنه غیره جب تمہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کوئی حدیث سُنائیں جناب رسول اللہ ﷺ کی تو اُس کے بارے میں پھر کسی اور سے نہ پوچھا کریں اس کی ضرورت نہیں ہے تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کا اتنا بڑا مقام ہے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات جو ہوئی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی ہے ۳۰ یا ۳۲ھ کے قریب۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وصیت :

اور اس وقت انھوں نے جو وصیت فرمائی تھی کہ اہل بدر کو میرے مال میں سے اتنا دیا جائے تقسیم کیا جائے تو اہل بدر کی فہرست بنائی گئی تو اُس میں اس وقت سو اہل بدر زندہ تھے موجود تھے، تو اُن کو جیسے ان کی وصیت تھی ان کے مال میں سے ایسے ہی دیا گیا تو گویا عمر رسیدہ تھے مگر اپنے بیٹوں کے برابر جو تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اُن سے پڑھا تو معلوم ہوا کہ علم میں یہ شرم غلط ہے کہ یہ مجھ سے چھوٹا ہے بلکہ یہ دیکھا جائے کہ وہ عالم اگر زیادہ ہے تو بڑی عمر کا آدمی بھی اُس کا شاگرد ہو سکتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ رہا تمام چیزوں میں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں ان کا ساتھ عطا فرمائے۔ آمین۔

بزرگان دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

مدنی بک بائنڈنگ ہاؤس

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہٗ

43- بابا فرید روڈ نزد بریڈے ہال، فون: 7238252

چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ ﴾

(۱) فرمایا نبی الرحمت ﷺ نے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے، پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (لڑنا جھگڑنا گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں)۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۲) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی دروازہ رمضان ختم ہونے تک نہیں کھولا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ (ختم رمضان تک) بند نہیں کیا جاتا ہے اور خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے شر کے تلاش کرنے والے رُک جا اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہؓ) اور ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

(۳) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے۔ اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری، مسلم عن سہلؓ) ریان بمعنی سیرابی والا۔

(۴) فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے کہ جس نے ایک دن خدا کی راہ میں روزہ رکھ لیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے اس قدر دور کر دیں گے کہ ستر سال میں جتنی دور پہنچا جائے۔ (بخاری عن ابی سعیدؓ)

(۵) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ جس نے بلا کسی شرعی رخصت اور بلا کسی مرض کے (جس میں روزہ چھوڑنا جائز ہو) رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو اگرچہ (بعد میں) اس کو رکھ لے تب بھی ساری عمر کے روزوں سے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ (احمد عن ابی ہریرہؓ)

ف : مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی فضیلت اور برتری اس قدر ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر روزے رکھنے سے بھی وہ فضیلت اور اجر اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں روزے رکھنے سے ملتا ہے گو قضا کا ایک روزہ رکھنے سے حکم کی تعمیل ہو جائیگی۔

روزہ کی حفاظت :

(۶) فرمایا فخر بنی آدم ﷺ نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لیے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لیے (ریا کاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ نہیں۔ (دارمی عن ابی ہریرہؓ)

(۷) فرمایا سرکار دو عالم ﷺ نے کہ روزہ (شیطان کی شرارت سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے جب تک کہ روزہ دار (جھوٹ بول کر یا غیبت وغیرہ کر کے) اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ (نسائی عن ابی عبیدہؓ)

(۸) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ جس نے روزہ رکھ کر بُری بات اور بُرے عمل کو نہ چھوڑا تو خدا کو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

قیام رمضان :

(۹) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا (تراویح وغیرہ پڑھی) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھ کر اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

(۱۰) فرمایا فخر دو عالم ﷺ نے کہ روزے اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے اے رب ہم نے اس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا لہٰذا اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرمالیجیے۔ قرآن عرض کرے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے نہ دیا لہذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (بیہقی فی شعب عن عبداللہ بن عمرؓ)

رمضان اور قرآن :

(۱۱) فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے رمضان میں آپ کی سخاوت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی تھی۔ رمضان کی ہر رات میں جبریل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے

اور آپ اُن کو قرآن مجید سُناتے تھے۔ جب جبریل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اُس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لے کر بھیجی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

رمضان میں سخاوت :

(۱۲) فرمایا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ جب رمضان داخل ہوتا تھا تو حضور اقدس ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے (بیہقی فی شعب) مطلب یہ ہے کہ آپ یوں ہی کسی سائل کو محروم نہ فرماتے تھے مگر رمضان میں اس کا اہتمام مزید ہو جاتا تھا۔

روزہ افطار کرانا :

(۱۳) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کُھلوایا یا مجاہد کو سامان دیدیا تو اس کو روزہ دار جیسا اجر ملے گا۔ (بیہقی فی شعب عن زید بن خالدؓ) اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

روزہ میں بُھول کر کھا پی لینا :

(۱۴) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جو شخص روزہ میں بُھول کر کھا پی لے تو روزہ پورا کر لے کیونکہ (اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

سحری کھانا :

(۱۵) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم عن انسؓ)

(۱۶) فرمایا نبی مکرم ﷺ نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے (مسلم عن عمرو بن العاصؓ)

(۱۷) فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ سحری کھانے والوں پر خدا اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ (طبرانی عن ابن عمرؓ)

افطار کرنا :

(۱۸) فرمایا نبیٔ الرحمت ﷺ نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے یعنی غروبِ آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے۔ (بخاری و مسلم عن سہلؓ)

(۱۹) فرمایا رحمتِ کائنات ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے

جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے یعنی غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے اور اسے اس میں جلدی کا خوب اہتمام رہتا ہے۔ (ترمذی عن ابی ہریرہؓ)

(۲۰) فرمایا سید الکونین ﷺ نے کہ جب اِدھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور اُدھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا (آگے انتظار کرنا فضول ہے بلکہ مکروہ ہے)۔ (مسلم عن عمرو بن العاصؓ)

(۲۱) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو، کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لے کیونکہ وہ (ظاہر و باطن) کو پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی عن سلمان بن عامرؓ)

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے :

(۲۲) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

سردی میں روزہ :

(۲۳) فرمایا سرورِ عالم ﷺ نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے۔ (ترمذی عن عامرؓ) مفت کا ثواب اس لیے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی اور دن جلدی سے گزر جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس پر بھی روزہ سے گریز کرتے ہیں۔

جنابت روزہ کے منافی نہیں :

(۲۴) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضورِ اقدس ﷺ کو بحالتِ جنابت صبح ہو جاتی تھی اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم) مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی۔ اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالتِ جنابت میں گزرا اس لیے کہ روزہ بالکل ابتدائے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔ ہاں اگر عورت کے ماہواری کے دن ہوں تو روزہ نہ ہوگا۔ ان دنوں کی قضا بعد میں فرض ہے، یہی مسئلہ نفاس کے ایام کا ہے۔ نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔

روزہ میں مسواک :

(۲۵) فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ کو بحالتِ روزہ اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ جس کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ (ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کرسکتے ہیں۔ البتہ منجن، ٹوتھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ، یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سُرمہ :

(۲۶) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھ میں تکلیف ہے کیا میں روزہ میں سُرمہ لگالوں؟ فرمایا لگالو۔ (ترمذی)

اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے :

(۲۷) فرمایا فخر بنی آدم ﷺ نے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا جاتا رہے اس کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب عن ابی ہریرہؓ)

آخر عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام :

(۲۸) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر عبادت میں محنت فرماتے تھے دوسرے ایام میں اس قدر محنت نہیں فرماتے تھے۔ (مسلم)

(۲۹) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو سرورِ عالم ﷺ تہبند کس لیتے تھے (تاکہ خوب عبادت کریں) اور پوری رات عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

شبِ قدر :

(۳۰) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ بلاشبہ یہ مہینہ آچکا ہے اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر جو عبادت کی قدر و قیمت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس رات سے محروم ہوگیا کُل خیر سے محروم ہوگیا۔ اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا پورا محروم ہو (جسے ذوق عبادت بالکل نہیں اور جو فکر سعادت سے خالی ہے)۔ (ابن ماجہ عن انسؓ)

(۳۱) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری عن عائشہؓ)

(۳۲) فرمایا محبوب رب العالمین ﷺ نے (اعتکاف کرنے والے کے متعلق) کہ وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اُسے وہ ثواب بھی ملتا ہے جو (اعتکاف سے باہر) تمام نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے۔ (ابن ماجہ عن ابن عباسؓ) یعنی اعتکاف میں بیٹھ کر اعتکاف والا خارجِ مسجد جو نیکیاں کرنے سے عاجز ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے محروم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف نہ کرتا تو مسجد سے باہر جو نیکیاں کرتا اُن کا ثواب بھی پاتا ہے۔

آخری رات میں بخششیں :

(۳۳) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ رمضان کی آخری رات میں اُمت محمدیہ کی مغفرت کردی جاتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا اس سے شبِ قدر مراد ہے؟ فرمایا نہیں! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے شبِ قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں)۔ بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اُجر اُس وقت پورا دے دیا جاتا ہے جب کام پورا کردیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہوجاتا ہے لہٰذا بخشش ہوجاتی ہے۔ (احمد عن ابی ہریرہؓ)

عید کا دن :

(۳۴) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اس بندۂ خدا کے لیے دُعا کرتے ہیں جو اللہ عزہ وجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا۔ اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدوری کی کیا جزاء ہے جس نے عمل پورا کردیا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رب! اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندو اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کردیا جو ان پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں۔ قسم ہے میرے عزت وجلال اور کرم کی اور میرے علو وارتفاع کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (بندوں کو) اشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اس کے بعد (عیدگاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب)

رمضان کے بعد دو اہم کام :

صدقہ فطر :

(۳۵) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مقرر فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں

کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے۔ (ابوداؤد شریف)

شش عید کے روزے :

(۳۶) فرمایا فخر کونین ﷺ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل روزے) یعنی عید کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔ (مسلم عن ابی ایوبؓ)

چند مسنون دُعائیں :

(۳۷) فرمایا معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے :

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابوداؤد)

ترجمہ : اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر کھولا۔

(۳۸) فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسول کریم ﷺ یہ دعا پڑھتے :

ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ. (ابوداؤد عن ابن عمرؓ)

ترجمہ : پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا

افطار کی ایک اور دُعاء :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ.

ترجمہ : اے اللہ! میں آپ کی اس رحمت کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں۔

یہ دُعا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔ (ابنِ ماجہ)

(۳۹) جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہل خانہ کو یہ دعا دے :

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ

ترجمہ: روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دعا کریں

(ایک جگہ افطار کر کے رسولِ اکرم ﷺ نے یہ دُعا پڑھی تھی) (ابن ماجہ)

شب قدر کی دُعا :

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شب قدر کون سی

ہے تو (اس رات) میں کیا دُعا کروں؟

فرمایا (دُعا میں) یوں کہنا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

ترجمہ : اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔

رمضان المبارک کے چار اہم کام :

(۱) لا الہ الا اللہ کی کثرت

(۲) استغفار میں لگے رہنا۔

(۳) جنت نصیب ہونے کا سوال

(۴) دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرنا۔

(فضائل رمضان بحوالہ صحیح ابن خزیمہ)

☆

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

زکوٰۃ
احکام اور مسائل

﴿حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ﴾

تم خدا کے فضل سے نمازی ہو، جماعت سے نماز ادا کرتے ہو، نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُس کا ترجمہ اور مطلب بھی سمجھ لیتے ہو۔ تم پوری طرح سمجھ چکے ہو کہ نماز اللہ کی یاد کا ایک طریقہ ہے جس میں بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ عاجزی اور نیازمندی پیش کرتا ہے، اپنے دکھ درد کی فریاد کرتا ہے اور جماعت میں شریک ہو کر جماعتی نظم، اتحاد، اتفاق اور مساوات کا سبق لیتا ہے اور تمام دُنیا کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

خدا کے فضل سے تم روزوں کے بھی عادی ہو، تمام دن بُھوکے پیاسے رہ کر ثابت کرتے ہو کہ ہمارا کھانا پینا اور ہمارے دل کی چاہ "حکمِ رب" کے تابع ہے۔ اس نے اجازت دی تو ہم نے کھایا پیا، دل کی چاہ پوری کی۔ اس نے منع کر دیا تو ہم رُک گئے۔ اس سے اپنے اوپر قابو پانے کے مشق بھی ہوتی ہے اور بھوکے پیاسے، ضرورت مندوں کے دُکھ درد کا احساس بھی بیدار ہوتا ہے جس سے خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی بڑھتی ہے۔ لیکن تمہارا ایمان یہ بھی ہے کہ جس طرح ہماری جان خدا کی دی ہوئی ہے جب اس نے چاہا ہمیں پیدا کیا۔ گوشت کے لوتھڑے میں جان ڈالی، جب چاہے گا یہ بخشی ہوئی جان لے لے گا۔ اسی طرح ہمارا مال بھی خدا کا دیا ہوا ہے ہماری جس کوشش کو چاہتا ہے وہ کامیاب کر دیتا ہے جس سے ہمارے ہاتھ کُھل جاتے ہیں، جیب بھر جاتی ہے گھر میں رونق آجاتی ہے اور جب چاہتا ہے اپنی دی ہوئی دولت سمیٹ لیتا ہے۔ چنانچہ فارسی کا یہ شعر جو عام طور پر زبانوں پر ہوتا ہے، ہمارا عقیدہ ہے :

در حقیقت مالک ہر شے خدا است   ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست

یعنی درحقیقت ہر ایک چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کی دی ہوئی چند روزہ امانت ہے۔

اچھا جب یہ سب مال و دولت، اللہ تعالیٰ کی عطا اور اُس کی دی ہوئی نعمت ہے تو انصاف کی بات تو یہ ہے کہ حصہ رسدی تمہارے پاس رہے۔ باقی سب اللہ کی مخلوق پر خرچ ہو۔ دیکھو دریا کا پانی نالی کے راستے سے تمہارے کھیت میں پہنچتا ہے۔ یہ نالی حصہ رسدی یا اس سے کچھ زیادہ خود چُوس لیتی ہے باقی سارا پانی جُوں کا تُوں کھیتوں اور باغیچوں کو پہنچا دیتی ہے

جو تشنہ لب ضرورت مند ہوتے ہیں۔اسی طرح تم بھی اگر دولت مند ہو تو ایک چشمہ ہو، ایک نہر ہو۔اپنی پیاس بھر اپنے پاس رکھو باقی سب اللہ کی مخلوق پر صرف کر دو۔ جس کی زندگی کا چمن مُرجھا رہا ہے کیونکہ یہ مخلوق ''عیال اللہ'' ہے۔ مالک کی دی ہوئی نعمت اس کی عیال پر صرف ہونی چاہئے۔ایمان کا تقاضا یہی ہے۔کھیت سُوکھ رہا ہو اور تم چشمہ کے دہانہ پر پتھر کی چٹان رکھ دو یہ ایمان کی بات نہیں ہے۔بلکہ بہت بڑا ظلم ہے اور پرلے درجے کی سنگدلی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

الذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشر ھم بعذاب الیم.

(سورۃ توبہ آیت : ۳۴ پارہ : ۱۰)

''جو لوگ کنز کرتے ہیں (جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں) سونے اور چاندی کو اور راہِ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے۔اُن کو سُنا دو خبر دردناک عذاب کی۔جس دن تاپا جائیگا اس خزانے کو نارِ جہنم میں پھر اُس سے داغا جائے گا ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو اور کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے اور جوڑ کر رکھا تھا۔پس چکھو اپنے جوڑے ہوئے کو۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

لیس بالمؤمن الذی یشبع وجارہ جائع (ترمذی شریف)

وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر لے اور پڑوسی بھوکا رہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا۔یارسول اللہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا :

افشاء السّلام واطعام الطعام والصلوة والناس نیام

سلام کا رواج عام کرنا، کھانا کھلانا اور اس وقت نماز پڑھنا کہ لوگ سو رہے ہوں (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)

مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے یہ حکم نہیں دیا کہ تمہارے جچے تلے خرچ سے جو فاضل بچے، وہ سب راہ خدا میں خرچ کر دو، وجہ یہ ہے کہ جس خدائے ذوالجلال نے دین اسلام سے ہمیں نوازا، وہ صرف حاکم ہی نہیں ہے بلکہ وہ رب اور پروردگار بھی ہے۔وہ ہماری فطرت اور اس کی صلاحیتوں یا کمزوریوں سے واقف ہی نہیں ہے بلکہ وہ خالق اور صانع ہے جس نے انسان کو انسان بنایا۔اس کی فطرت خاص طرح کی رکھی اُس میں خاص خاص صلاحیتیں پیدا کیں۔وہ خوب جانتا ہے کہ دولت کی محبت انسانی فطرت ہے۔یہی سبب ہے کہ انسان ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔راحت و آرام قربان کر دیتا ہے اور اپنی تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں کام میں لا کر دولت حاصل کرتا ہے۔

وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بال بچوں کی محبت تقاضا فطرت ہے۔انسان اپنے آپ سے زیادہ اپنی اولاد کی رفاہیت اور خوشحالی چاہتا ہے۔اس کی تمنا ہوتی ہے کہ جتنی ترقی اُس نے کی ہے۔اس سے بڑھ چڑھ کر اُس کی اولاد ترقی کرے۔

اس تمنا سے خود باپ کو کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے ، البتہ ملک اور قوم کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے ، کیونکہ نوجوانوں کی ترقی ملک اور قوم کی ترقی ہوتی ہے اور اس طرح پورے عالم کی ترقی کا راستہ کھلتا ہے۔

وہ خالق اور رب جس طرح غریبوں اور ضرورت مندوں کا پروردگار ہے ایسے ہی وہ امیروں اور دولت مندوں کا بھی رب اور پروردگار ہے۔ جس طرح غریب اور کمزور انسان اس کی عیال ہیں ایسے ہی دولت مند اور ان کے اہل و عیال بھی اس کی عیال ہیں۔

بیشک نہر ، نالے اور چشمے تمام پانی تقسیم کر دیتے ہیں ، مگر اُن کے جگر قدرتی طور پر کھیت کی زمین سے زیادہ تر رہتے ہیں۔ جو درخت نالی کی ڈول ، نہر کی پٹری یا چشمہ کے آس پاس ہوتے ہیں وہ زیادہ سرسبز و شاداب رہتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے وہ غیر فطری باتوں کو حرام اور ناجائز قرار دے کر ختم کرتا ہے۔ اُس نے صرف چالیسواں حصہ تو ایسا رکھا کہ وہ اس دولت مند کا نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے۔ یہ حصہ اس کی ضرورت مند عیال پر صرف ہونا چاہیے۔ اس کو اگر تم اپنے صرف میں لاتے ہو تو ضرورت مند فقیروں کا حصہ غصب کرتے ہو اس طرح اپنے تمام مال کو ناپاک کر لیتے ہو کیونکہ تمہاری پاک کمائی میں اگر غصب کا مال مل جائے تو ساری کمائی ناپاک ہو جاتی ہے۔

اس چالیسویں حصے کے علاوہ باقی ۳۹ حصے تمہارے ہیں۔ ان کو اپنے پاس جمع بھی رکھ سکتے ہو ، کاروبار کو ترقی دینے ، جائیداد اور املاک کو بڑھانے میں بھی صرف کر سکتے ہو ، اپنی اولاد کے لیے پس انداز بھی کر سکتے ہو کہ وہ تمہارے پیچھے ضرورت مند محتاج نہ رہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : تم اپنی اولاد کو دولت مند خوش حال چھوڑ دو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

مگر یہ کبھی مت بھولو کہ اللہ تعالیٰ کا حق اُن اُنتالیس حصوں پر بھی قائم ہے۔ اگر جہادِ عام جیسا معاملہ پیش آئے یا قحط جیسی کوئی عام مصیبت افرادِ ملت کو گھیر لے یا آنے والی نسل کی تعلیم کا مسئلہ پیش ہو یا مثلاً کسی ایسی تیاری کا مسئلہ پیش ہو کہ مقابلے کے وقت آپ کی قوم دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ ایسے تمام موقعوں پر خود آپ کا اپنا فرض ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اپنی دولت راہِ خدا میں صرف کرو کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتے تو اپنی قوم اور ملک و ملت کی تباہی مول لیتے ہو اور خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة واحسنوا ان اللّٰہ یحب المحسنین .(سورۃ بقرۃ آیت: ۱۹۵ پارہ: ۲)

اے ایمان والو! خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں۔

غزوۂ عسرت کا واقعہ مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امداد کی اپیل فرمائی تو حضرت عثمانؓ نے تین سو اُونٹ، دس ہزار دینار، چار ہزار درہم پیش کیے۔ فاروق اعظمؓ کے یہاں جو کچھ تھا اُسکا آدھا لے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو یہ کمال کیا کہ جو کچھ تھا سب ہی لاکر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا۔ یہ ہے قومی اور ملی احساس جو ہر مسلمان میں ہونا چاہیے جس کی بنا پر وہ خود آگے بڑھ کر اپنی دولت خرچ کرے۔ جتنے زیادہ ولولہ اور شوق سے دولت خرچ کرے گا اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللّٰہ کمثل حبة انبتت سبع سنا بل فی کل سنبلة مائة حبه واللّٰہ یضاعف لمن یشاء .(سورة البقره . آیت : ۲۶۱ پاره : ۳)

''وہ لوگ جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اس خرچ کی مثال اس دانہ کی ہے جس میں سات خوشے نمودار ہوئے، ہر خوشے میں سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔''

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ملکی ضرورتوں کے لیے حکومتیں پبلک سے قرض لیا کرتیں ہیں۔ دینی اور ملی ضرورتوں کے لیے جو رقم صرف کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ہمارے اوپر قرض ہے ہم اس کا انعام بہت بڑھا چڑھا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من ذاالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضاعفه له اضعا فا کثیرة.واللّٰہ یقبض و یبصط والیه ترجعون . (سورة بقرة : آیت ۲۴۵ پ: ۲)

''کون ہے جو اللہ کو اچھا قرضہ قرض دے کہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر کئی گنا کر دے اور اللہ ہی تنگی کرتا اور فراخی دیتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی جو کچھ ہے اسی کا ہے، تم خود بھی اُسی کے ہو۔ چند روزہ زندگی کے بعد اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے پھر دل تنگی اور بخل کیسا۔ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرو۔

تعریف، حکم اور شرطیں

تعریف :

زکوٰۃ مال کے اُس خاص حصے کو کہتے ہیں جس کو خدا کے حکم کے موافق فقیروں محتاجوں وغیرہ کو دے کر انہیں مالک بنا دیا جائے۔

حکم :

زکوۃ دینا فرض ہے۔ قرآن مجید کی آیتوں اور آنحضرت ﷺ کی حدیثوں سے اس کی فرضیت ثابت ہے جو شخص زکوۃ فرض ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

شرطیں :

مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ ہونا، نصاب کا مالک ہونا، نصاب کا اپنی حاجتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا اور مالک ہونے کے بعد نصاب پر ایک سال گزر جانا زکوۃ فرض ہونے کی شرطیں ہیں۔

پس کافر، غلام، مجنوں اور نابالغ کے مال میں زکوۃ فرض نہیں ہے۔ اسی طرح جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو یا مال تو نصاب کے برابر ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا، تو ان حالتوں میں بھی زکوۃ فرض نہیں ہے۔

مال، زکوۃ اور نصاب

کس کس مال میں زکوۃ فرض ہے :

(۱) مالِ تجارت میں (۲) سونے اور چاندی میں (۳) سونے چاندی سے بنی ہوئی تمام چیزوں میں، جیسے اشرفی، روپے، زیور، برتن، گوٹہ، ٹھپہ، آرائشی سامان وغیرہ، ان سب میں زکوۃ فرض ہے۔

سرکاری نوٹ :

سرکاری نوٹ رسید کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے کے نوٹ ہیں اتنی رقم آپ کی سرکاری بنک میں جمع ہے۔ پس اگر یہ رقم بقدر نصاب ہے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

جواہرات :

سچے موتی یا جواہرات پر زکوۃ فرض نہیں چاہے کتنی ہی مالیت کے ہوں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو زکوۃ فرض ہے۔

برتن اور مکانات وغیرہ :

تانبے وغیرہ کے برتن، کپڑے، مکان، دکان، کارخانہ، کتابیں، آرائشی سامان (جو سونے چاندی کا نہ ہو)

دستکاریوں کے اوزار، خواہ وہ کسی قیمت کے ہوں، خواہ ان سے کرایہ آتا ہو، ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے البتہ اگر اُن میں سے کوئی چیز بھی تجارت کی ہے تو اس پر زکوۃ فرض ہے۔

مالِ تجارت :

جو مال بیچنے اور نفع کمانے کے لیے ہو وہ مال تجارت ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو، یہاں تک کہ اینٹیں پتھر، مٹی کے برتن گھاس پھونس، اگر اُن کی تجارت کی جاتی ہے تو اُن پر بھی زکوۃ واجب ہے۔

نصاب کسے کہتے ہیں :

جن مالوں میں زکوۃ فرض ہے اُن کی شریعت نے خاص خاص مقدار مقرر کردی ہے جب اتنی مقدار کسی کے پاس پوری ہوجائے تو زکوۃ فرض ہوجاتی ہے۔ پس نصاب مال کی اُس خاص مقدار کو کہتے ہیں جس پر شریعت نے زکوۃ فرض کی ہے۔

چاندی کا نصاب اور اس کی زکوۃ :

چاندی کا نصاب باون تولہ چھ ماشہ ہے [۱] اور انگریزی روپیہ کے وزن سے جو ساڑھے گیارہ ماشے کا ہوتا ہے ۵۴ تولہ ۲ ماشہ اور جبکہ زکوۃ میں چالیسواں حصہ (۱/۴۰) دینا فرض ہوتا ہے تو ۵۴ تولہ ۲ ماشہ کی زکوۃ ایک تولہ چار ماشہ دورتی چاندی ہوگی۔

سونے کا نصاب اور اس کی زکوۃ :

سونے کا نصاب سات تولے چھ ماشے سونا ہوتا ہے۔ اس کی زکوۃ دو ماشے دورتی سونا ہوئی۔

تجارتی مال کا نصاب :

سونے چاندی سے تجارتی مال کی قیمت لگاؤ پھر اگر اس کی مالیت نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو چاندی یا سونے کا نصاب قائم کر کے اُس کے حساب سے زکوۃ ادا کرو۔

اصل کے بجائے قیمت :

(۱) اصل فرض تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اسی کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دو۔ مثلاً اگر غلہ کی تجارت ہے تو تجارتی غلہ کا جس قدر اسٹاک ہے اُس کا چالیسواں حصہ زکوۃ میں دے دو۔ باقی یہ بھی جائز ہے اور ضرورت

---

[۱] وزن کے لحاظ سے ۱۰ اور ہم سات مثقال کے ہوتے ہیں۔ دوسو درہم ۱۴۰ مثقال کے۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس مثقال کا وزن چھ سو تیس ماشہ ہوگا جس کے ساڑھے باون تولے ہوتے ہیں۔

مندوں کی سہولت اگر اسی میں ہے تو یہی بہتر ہے کہ اس کی قیمت دے دو۔

(۲) اسی طرح اگر تمہارے پاس چاندی کے زیور یا برتن ہیں جن کا وزن مثلاً سو تولہ ہے تو فرض تو یہ ہے کہ ڈھائی تولہ چاندی دے دو۔ لیکن اگر ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کا کپڑا یا غلہ خرید کر دے دو وہ بھی جائز ہے۔

(۳) اس موقع پر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھو کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہتر اور افضل وہ ہے جو ضرورت مند کی ضرورت کے مطابق ہو اور جس میں اُس کا نفع زیادہ ہو۔ مثلاً جو بھوکا ہے اس کو غلہ دو، ننگے کو کپڑا دو۔ اگر بھوکے ننگے کو کسی تاجر نے کتابیں دے دیں تو اس کی زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گی مگر ضرورت مند کی ضرورت پوری نہ ہوگی وہ اپنی ضرورت پوری کرنا چاہے گا تو ان کتابوں کو آدھی تہائی قیمت پر بیچے گا، اس سے اس کا نقصان ہوگا۔

(۴) یہ بھی یاد رکھو کہ چاندی کی زکوٰۃ اگر چاندی سے ادا کی جائے گی تو قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً کسی کے پاس خالص چاندی کے سو روپے ہیں۔ سال گزرنے کے بعد اُسے ڈھائی تولہ چاندی دینی چاہیے اب اسے اختیار ہے کہ وہ خالص چاندی کے دو روپے اور ایک خالص چاندی کی اٹھنی دے دے یا چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا دے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر چاندی کا ٹکڑا ڈھائی تولہ کا قیمت میں دو روپے کا ہو تو دو روپے دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر ڈھائی تولہ خالص چاندی تین روپے کی ہو تو زکوٰۃ میں تین روپے دینے ہوں گے۔ ہاں اگر روپے بھی خالص چاندی کے ہوں تو ڈھائی روپے یعنی دو روپے خالص چاندی کے اور ایک اٹھنی خالص چاندی کے زکوٰۃ میں دی جائے گی۔

اُدھورے نصاب :

(۱) کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے اور تھوڑا سا سونا، دونوں میں سے نصاب کسی کا پورا نہیں ہے تو اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر کسی کا نصاب پورا ہو جائے تو اُسی کی زکوٰۃ دو [۲] اور دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولہ سونا ہے۔ اُس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے لیکن چاندی یا چاندی کی کوئی بھی چیز اس کے پاس نہیں ہے تو اس صورت میں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

---

[۲] مثلاً چالیس تولے چاندی ہے اور دو ماشہ سونا جس کی قیمت دس تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ دونوں کی مجموعی قیمت پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے جو نصاب سے کم ہے۔ ہاں اگر چالیس تولہ چاندی کے ساتھ تین ماشہ سونا ہو جس کی قیمت پندرہ تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ فرض ہو جائے گی کیونکہ چاندی کا نصاب ۵۲ تولے ۶ ماشے ہے جو پورا ہو گیا یا مثلاً چھ تولہ سونا اور سو تولہ چاندی ہے جس کی قیمت ایک تولہ اور چھ ماشہ سونا ہوتی ہے تو سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ چھ ماشہ پورا ہو گیا۔ اس میں اختیار ہے کہ سونے کا چالیسواں حصہ یا اس کی قیمت دو، یا چھ تولہ سونے کی بھی چاندی سے قیمت لگا لو اور جو مجموعی رقم چاندی کی ہوتی ہے اس کا چالیسواں حصہ دے دو۔

(۳) کسی کے پاس کچھ تجارتی مال ہے جو نصاب کے برابر نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ سونا یا چاندی بھی اس کے پاس ہے تو اگر سب کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکوٰۃ کب ادا کی جائے :

(۱) جب بقدر نصاب مال پر جو تمہاری ملک میں آیا ہے چاند کے حساب سے سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کر دو، دیر لگانا اچھا نہیں ہے۔

(۲) ہاں اگر بقدرِ نصاب مال کے مالک ہونے کے بعد اگر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دو تو یہ بھی جائز ہے۔

نیت :

جب زکوٰۃ کی رقم کسی کو دو یا کم از کم زکوٰۃ کی رقم علیحدہ کر کے رکھو، اُس وقت یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ یہ مال میں زکوٰۃ میں دیتا ہوں یا زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کرتا ہوں۔ اگر زکوٰۃ کا خیال نہیں تھا اور کسی کو روپیہ دے دیا، دینے کے بعد اُس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا لیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اسی طرح کسی کو قرض دیا تھا اب اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہتے ہو تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر اداءِ قرض میں اس کی امداد کرنی ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اتنی رقم اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دو پھر اُس سے اپنے قرض میں یہ رقم وصول کر لو۔

کیا بتانا ضروری ہے؟ :

جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچوں کو عیدی کے نام سے رقم دے دی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

پوری یا تھوڑی زکوٰۃ کب ساقط ہو جاتی ہے :

(۱) سال گزرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہو گیا یا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا تو اُس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہو گئی۔

(۲) لیکن اگر سارا مال ضائع نہیں ہوا، تھوڑا مال ضائع ہوا یا تھوڑا مال خیرات کیا باقی، باقی ہے تو جس قدر مال ضائع ہوا یا خیرات کیا اس کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

مصارفِ زکوٰۃ

تشریح : مصارف جمع مصرف کی ہے۔ جس شخص کو زکوٰۃ دینے کی اجازت ہے اُسے مصرفِ زکوٰۃ کہتے ہیں۔ مصارف

زکوٰۃ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مصارف زکوٰۃ کون کون ہیں؟ :

(۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا سا مال واسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔

(۲) مسکین یعنی جس شخص کے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۳) قرضدار یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو اور اس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدرِ نصاب کوئی مال نہ ہو۔

(۴) مسافر جو حالت سفر میں تنگ دست رہ گیا ہو اسے بقدر حاجت زکوٰۃ دے دینا جائز ہے۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں :

(۱) مالدار کو یعنی اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے۔ یا اس کے پاس نصاب کے برابر قیمت کا کوئی اور مال موجود ہے اور اس کی حاجت اصلیہ سے فاضل ہے۔ جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روزمرہ کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور اُن کی قیمت بقدرِ نصاب ہے۔ اس پر اگرچہ ان برتنوں کی زکوٰۃ دینی واجب نہیں ہے مگر اس کو زکوٰۃ کا مال لینا بھی حلال نہیں ہے۔

(۲) سیّد اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔ اُن کی اگر خدمت کرنی ہے تو زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور رقم بطور ہدیہ پیش کیجئے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو جو خاندانی نسبت ہے اس کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

تشریح : بنی ہاشم سے حضرت حارث بن عبد المطلب، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت عباس اور حضرت علیؓ کی اولاد مراد ہے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(۳) اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ جو ان سے اُوپر کے ہوں۔

(۴) بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ جو ان سے نیچے ہوں۔

(۵) خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

(۶) غیر مسلم

(۷) مالدار آدمی کی نابالغ اولاد۔ ان تمام لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔

کن کاموں میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے :

جن کاموں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے۔ اُن میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے میت کے گور وکفن میں لگا دینا یا میت کا قرض ادا کرنا یا مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کی تعمیر، مسجد یا مدرسہ کا فرش، لوٹوں یا پانی یا چٹائی وغیرہ یا

کتب خانہ کے لیے خرید کتب پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

طلبہ علوم :

ہاں ضرورت مند طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدرسوں کے مہتمم صاحبان کو اس غرض سے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں، زکوٰۃ دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کن کو دینا افضل ہے :

اوّل اپنے ایسے رشتہ داروں کو جن کا نفقہ خرچہ آپ کے ذمہ نہیں ہے جیسے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، چچا، پھوپی، خالہ، ماموں، ساس، سُسر، داماد وغیرہ میں سے جو حاجت منداور مستحق ہوں، انہیں دینے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے لوگوں میں سے جو زیادہ حاجت مند ہو اُسے دینا افضل ہے۔ پھر جس کے دینے میں دین کا زیادہ نفع ہو جیسے علم دین کے طالبِ علم۔

اداءِ زکوٰۃ کا طریقہ :

(۱) جس قدر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے وہ مستحق لوگوں کو خاص خدا کے واسطے زکوٰۃ کی نیت سے دے دو اور اُسے مالک بنا دو۔

(۲) مالِ زکوٰۃ سے فقیروں کے لیے کوئی چیز خرید کر اُن کو تقسیم کردو تو یہ بھی جائز ہے۔

(۳) کسی شخص کو اپنی طرف سے وکیل بنا کر زکوٰۃ کی رقم دے دو تاکہ وہ مستحق لوگوں پر خرچ کردے۔ یہ بھی جائز ہے۔ مگر کسی خدمت یا کسی کام کی اُجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ عاملِ زکوٰۃ یعنی جو شخص زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہوتا ہے، قرآن شریف میں اُس کو بھی مستحق لوگوں میں شمار کرایا ہے لہٰذا اس کی تنخواہ مالِ زکوٰۃ میں سے ادا کرنی جائز ہے۔

مالک مکان کب زکوٰۃ لے سکتا ہے کب نہیں لے سکتا :

کسی شخص کے پاس ہزار دو ہزار روپیہ کا مکان ہے جس سے وہ رہتا ہے یا اُس کے کرایہ سے اپنی گزر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں بلکہ تنگ دست ہے، اُس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ مکان اُس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہے۔ البتہ جب حاجتِ اصلیہ سے کوئی مال زائد ہو اور وہ بقدرِ نصاب ہو تو اُسے زکوٰۃ لینی جائز نہیں۔

اداءِ زکوٰۃ میں غلطی :

اگر کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سیّد تھا یا مالدار تھا یا اپنے ماں باپ یا اولاد میں سے تھا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی پھر سے زکوٰۃ دینی واجب نہیں ہے۔

بیس رکعت تراویح
احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

﴿ حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد! برادرانِ اسلام! رمضان المبارک ایک بہت بابرکت مہینہ ہے اس مبارک مہینہ میں خدا کا آخری پیغام قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا، اسی مہینے میں شب قدر ہے جو ہزار مہینہ سے افضل ہے، اس مہینہ میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر کردیا جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ۷۰ گنا کردیا جاتا ہے (صحیح ابن حبان)۔ اس مہینہ میں دن کا روزہ فرض اور رات کی تراویح سنت ہے چنانچہ سنن نسائی ج ۱ ص ۳۰۸ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ان اللّٰہ تبارک وتعالٰی فرض صیام رمضان علیکم وسنت لکم قیامہ فمن صامہ وقامہ ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ** یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے (بوحی جلی) تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں (بوحی خفی) تمہارے لیے تراویح کا سنت ہونا مقرر کرتا ہوں، پس جو کوئی ایمان کی رُو سے اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور تراویح پڑھے وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہو جاوے گا جیسا کہ وہ اُس روز تھا جس روز اُسے اُس کی ماں نے جنا تھا۔ اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ اُس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۹)۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مبارک مہینہ میں عام مہینوں سے زیادہ کوشش فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں **کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان ولا یجتھد فی غیرہ (مسلم)** یعنی رسول پاک ﷺ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے بہت زیادہ محنت فرماتے تھے اور حضرت عائشہؓ کی ایک دوسری روایت ہے **کان اذا دخل شھر رمضان شدمئزرہ ثم لم یأت فراشہٗ حتی ینسلخ** (بیہقی اعلاء السنن ج ۷ ص ۴۶) یعنی جب رمضان آتا تو آپ اپنے بچھونے کی طرف نہیں آتے تھے یہاں تک کہ گزر جاتا اور حضرت عائشہؓ کی ایک تیسری روایت میں ہے کہ رمضان کے عشرہ آخیرہ میں خصوصاً **احیٰی لیلہ وایقظ اھلہ** (بخاری) خود بھی تمام رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے۔ ان تینوں حدیثوں کی تشریح خود حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ میں آئی ہے **اذا دخل رمضان تغیر لونہ وکثرت صلاتہ** یعنی جب رمضان کا مبارک مہینہ آتا تو رسول پاک ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا

اور نماز زیادہ پڑھتے تھے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول پاک ﷺ کی عادت مبارک یہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ نماز پڑھی جائے، زیادہ سے زیادہ شب بیداری ہو اور خوب محنت اور کوشش کر کے اس مبارک مہینہ کے فضائل و برکات سے استفادہ کیا جائے لیکن جہاں اس مبارک مہینہ کی آمد ہر سال مسلمانوں پر خیر و برکت اور لطف و رحمت کے ہزاروں دروازے کھول دیتی ہے وہاں اس خراب آباد پنجاب کے اندر مذہبی رنگ میں ایک شر بھی ظہور کرتا ہے اور وہ فرقہ غیر مقلدین کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ بیس رکعت تراویح کی کوئی اصل نہیں ہر سال اہل سنت و جماعت کے سروں پر اس مکروہ نشریہ کے طوفان اُٹھتے ہیں اور بہت سے ناواقف حنفی یہ سمجھتے ہوئے اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں کہ شاید اہل سنت کے پاس بیس رکعات کا کوئی ثبوت نہ ہوگا چنانچہ اوکاڑہ میں بھی ایک غیر مقلد محدث نے ایک دو ورقہ شائع کیا جس میں محدث صاحب نے یہ دعوی کیا کہ صرف آٹھ رکعت تراویح سنت ہے بیس رکعت کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے اور حنفیوں کو انعامی چیلنج بھی دیا اور بزعم خود اس مسئلہ پر آخری فیصلہ فرمادیا۔ اس قسم کے اشتعال انگیز نشریات سے ہم اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ جماعت امن و سکون کو گناہ عظیم سمجھتی ہے اور مسلمانوں میں اتفاق کی بجائے افتراق پیدا کرنا سلف صالحین خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھولے بھالے مسلمانوں کو بدظن کر کے اپنی تقلید کا پھندا اُن کے گلے میں ڈالنا اس جماعت کا دل پسند مشغلہ ہے۔

برادران اسلام رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم بہت سا اختلاف دیکھو گے ایسے وقت میں تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو اور فرمایا کہ نجات کا راستہ یہی ہے جو میرا اور میرے صحابہ کا طرزِ عمل ہے۔ رسول پاک ﷺ کا طرز عمل میں عرض کر چکا ہوں کہ رمضان میں غیر رمضان سے بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے، ساری ساری رات خود بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار رکھتے لیکن جمہور علماء کے نزدیک آپ سے تراویح کا کوئی معین عدد ثابت نہیں ہے البتہ احناف میں سے قاضی خاں اور اور طحطاوی اور شوافع میں سے رافعی آنحضرت ﷺ سے بیس کا عدد ثابت مانتے ہیں۔ محدث صاحب کا دعوی کہ حضور ﷺ سے صرف آٹھ ثابت ہیں یہ تمام اُمت کے خلاف ہے ایک نیا دعوی ہے بلکہ محدث صاحب کا یہ دعوی اپنے مذہب سے بھی بے خبری کا نتیجہ ہے کیونکہ غیر مقلد بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ رسول پاک ﷺ سے تراویح میں کوئی عدد معین ثابت نہیں چنانچہ

(۱) حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں **ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد معین موقت عن النبی صلم لا یزید ولا ینقص فقد اخطا.** (مرقات علی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۵، الانتقاد الرجیح ص ۶۳) یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے تراویح کے باب میں کوئی عدد معین ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہوسکتا وہ غلطی پر ہے۔

(۲) غیر مقلدوں کے مشہور پیشوا قاضی شوکانی نے بھی تراویح کے عدد معین کے متعلق لکھا ہے **لم یرد بہ**

السنۃ یعنی سنت بنوی سے ثابت نہیں ہوتا (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۹۸)

(۳) غیر مقلدوں کے مشہور مصنف میر نور الحسن خاں صاحب اپنی کتاب عرف الجاوی ص ۸۷ پر لکھتے ہیں ''وبالجملہ عددے معین درمرفوع نیامدہ تکثیر نفل وتطوع سودمند است پس منع از بست وزیادہ چیزے نیست''، یعنی مرفوع حدیث سے کوئی معین عدد ثابت نہیں ہے زیادہ نفل پڑھنا فائدہ مند ہے پس بیس رکعات سے منع نہ کرنا چاہیے۔

(۴) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں **ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ رواہ مسلم ان عدد ھا کان کثیراً** (الانتقاد الرجیح ص ۶۱) اور عدد کی تعین صحیح مرفوع روایتوں میں نہیں آئی لیکن صحیح مسلم کی ایک حدیث سے کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں جتنی محنت اور کوشش کرتے تھے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا (یعنی گیارہ یا تیرہ نہ تھیں) یہی نواب صاحب ہدایۃ السائل ص ۱۳۸ پر لکھتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے بانی حافظ محمد لکھوی فرماتے ہیں :

بعضے آٹھ رکعاتاں پڑھدے بعضے ویہ (۲۰) رکعاتاں جتنیاں بہت رکعاتاں پڑھن اُتنیاں بہت براتاں

اس کے علاوہ امام سبکیؒ، سیوطیؒ وغیرہ نے بھی فرمایا کہ رسول پاک ﷺ سے کوئی عدد معین ثابت نہیں ہے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ محدث صاحب کا یہ دعوٰی کہ آٹھ رکعت سنت نبوی سے ثابت ہے اُن کے اپنے مذہب سے بھی بے خبری کی دلیل ہے۔

محدث صاحب کے دعوٰی کا پوسٹ مارٹم :

محدث صاحب فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت تراویح کی حدیث جابرؓ سے مروی ہے وہ صحیح ہے اور بیس رکعت تراویح کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابوشیبہ ہے وہ ضعیف ہے

حدیث حضرت جابرؓ :

آنحضرت ﷺ نے رمضان میں ہمارے ساتھ آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے (طبرانی۔ قیام الیل۔ ابن حبان) یہ کونسی نماز تھی تہجد یا تراویح یا لیلۃ القدر کی نماز، اس کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے آیئے ہم اس حدیث کی سند کا حال بھی آپ کو بتادیں۔ اس کی روایت حضرت جابرؓ سے عیسٰی بن جاریہ نے کی ہے اور امام طبرانی فرماتے ہیں **لا یروٰی عن جابرؓ الا بھذا الاسناد** (طبرانی) یعنی حضرت جابرؓ سے صرف یہی ایک سند ہے۔

عیسٰی بن جاریہ کے متعلق امام الجرح والتعدیل ابن معین فرماتے ہیں عندہٗ مناکیر، امام ابوداؤد اور نسائی فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے اور امام نسائی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اُس کی روایات متروک ہیں۔ ساجی اور عقیلی نے بھی اُسے ضعیف کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ اُس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ **قال ابن حجر فیه لین** (میزان الاعتدال، تہذیب)۔ عیسٰی بن جاریہ سے آگے روایت کرنے والا بھی ایک ہی راوی ہے، یعقوب القمی۔ امام ابن معین فرماتے ہیں **لااعلم احداً روی عنه غیر یعقوب القمی** (کتاب الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی ج ۳ ص ۲۷۳)۔ اس راوی کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں **لیس بالقوی** یعنی وہ قوی نہیں ہے۔ یعقوب قمی سے دو راوی روایت کرتے ہیں محمد بن حمید رازی اور جعفر بن حمید انصاری، محمد بن حمید رازی کو امام بخاری، امام سخاوی، امام نسائی، یعقوب بن شیبہ، ابوزعہ، جوزجانی، اسحاق کوسج، فضلک رازی، ابوعلی نیاپوری، صالح بن محمد اسدی، ابن خراش، ابونعیم وغیرہ محدثین نے ضعیف کہا ہے (دیکھو تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۲۹ اور میزان الاعتدال ج ۹ ص ۵۰) اور چوتھا راوی جعفر بن حمید مجہول الحال ہے۔ ناظرین آپ نے محدث اوکاڑی کے تعصب کا کرشمہ دیکھ لیا کہ جس حدیث کی سند میں چاروں ضعیف تھے وہ صحیح بن گئی اور بیس رکعت تراویح کی حدیث کو اس لیے ضعیف کہہ کر ٹال دیا کہ اُس میں ایک راوی ابوشیبہ ضعیف ہے۔

حدیث ابن عباسؓ :

عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعةً سوی الوتر . حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (سنن کبرٰی بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ مصنف ابن ابی شیبہ۔ طبرانی، مسند عبد بن حمید)

اس حدیث کی سند ملاحظہ ہو: **اخرج ابو بکر بن ابی شیبه فی مصنفه حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم مقسم عن ابن عباسؓ الخ** (التعلیق الحسن ج ۲ ص ۵۶)

معزز ناظرین محدث عبدالجبار صاحب کو جابرؓ والی حدیث میں چار راویوں کا مجروح ہونا تو نظر نہ آیا چار راوی مجروح ہوتے ہوئے حدیث کو صحیح کہہ دیا اور اس بیس رکعت والی روایت میں ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کو ضعیف کہہ کر جواب سے سبک دوش ہو گئے حالانکہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوشیبہ آں قدر ضعف نہ دارد کہ روایت او مطروح ساختہ شود (فتاوٰی عزیزی) اور شاہ صاحبؒ کی بات بالکل حق ہے کیونکہ کسی راوی میں جرح دو باتوں پر کی جاتی ہے باعتبار عدالت کے یا حفظ وضبط کے۔ ابوشیبہ کی عدالت کے متعلق حضرت یزید بن ہارون جو امام بخاریؒ کے

اُستاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ اور حافظ الحدیث تھے، فرماتے ہیں **ما قضٰی علی الناس فی زمانہ اعدل فی قضاء منہ** (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵) یعنی ہمارے زمانہ میں اُن سے زیادہ عدل و انصاف والا قاضی کوئی نہیں ہوا، اور ابو شیبہ کے متعلق حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے **ابراھیم بن عثمان ابو شیبہ الحافظ** تو جب ابو شیبہ عادل بھی ہے حافظ بھی ہے تو یقیناً ثقہ ہوئے، اس لیے علامہ ابن عدی فرماتے ہیں **لہ احادیث صالحۃ و ھو خیر من ابراھیم بن ابی حیۃ** (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵) یعنی ابو شیبہ کی حدیثیں صالح ہیں اور وہ ابراہیم ابن ابی حیہ سے بہتر ہے اور ابراہیم بن ابی حیہ کو ابن معین نے شیخ ثقۃ کبیر فرمایا ہے (اللسان ج ۱ ص ۵۳)۔ خلاصہ یہ کہ جب ابو شیبہ عادل حافظ ہے اُس کی حدیثیں صالح ہیں بلکہ وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے تو اب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فرمان کی صحت میں کیا شک رہ گیا۔ غرض محدث اوکاڑی کو تعصب نے ایسا محروم البصیرت کیا کہ جس کی سند میں چار راوی مجروح تھے اُن کی جرح کو بھول گئے اور ابو شیبہ پر صرف جرح نظر آئی اور اُس کی تعدیل سے آنکھیں بند ہو گئیں اور پھر محدث صاحب اصول کا یہ قاعدہ بھی بھول گئے کہ جس حدیث پر امت نے عمل کر لیا ہو اور اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو اُس کی سند میں اگر کلام کی گنجائش ہو بھی تب بھی وہ صحیح ہوتی ہے چنانچہ اس کی تفصیل خاتمے کے قریب آتی ہے۔

غرض یہاں تک تو محدث صاحب کے اس دعوٰی پر مختصر عرض کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ سے آٹھ رکعت بسند صحیح ثابت ہیں اور بیس ثابت نہیں اور محدث صاحب کی امانت و دیانت بھی آشکارا ہو گئی۔ اس کے بعد محدث صاحب نے کہا ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی بیس نہیں بلکہ آٹھ ہے۔ حالانکہ نواب صاحب لکھتے ہیں کہ بیس رکعت سنتِ عمر بن خطابؓ ہے اور بیس پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔ (ہدایہ السائل ص ۱۳۸)

عہد فاروقی :

رسول پاک ﷺ نے صرف تین دن با جماعت تراویح پڑھائیں، اُس کے بعد لوگ گھر میں یا مسجد میں بلا جماعت تراویح پڑھتے رہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے لوگوں کو پھر جماعت تراویح پر جمع فرمایا جن لوگوں کو فاروق اعظمؓ نے جمع فرمایا وہ کتنی رکعتیں ادا کرتے تھے اُس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے :

پہلی روایت : **عن السائب بن یزیدؓ قال کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر (رواہ البیہقی فی المعرفۃ)** ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اس روایت کو امام نوویؒ نے صحیح کہا ہے (شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲) امام عراقی

اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے (مصابیح ص ۴۲)۔

محدث صاحب کا کمال : مولوی عبدالجبار صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا اس لیے عجیب ہتھکنڈہ استعمال کیا چونکہ اس کو بیہقی نے اپنے کتاب المعرفۃ میں ذکر کیا ہے محدث صاحب نے کتاب کا نام بگاڑ کر لکھا کہ کتاب العرفہ، امام بیہقی کی کوئی کتاب نہیں ''کتاب المعرفۃ'' سے م حذف کر کے ''کتاب العرفہ'' بنالیا اور کتاب کا ہی انکار کر دیا، نہ خدا کا خوف دل میں آیا نہ آخرت کا خیال اور نہ انسانوں سے شرم محدث صاحب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں کاش اب بھی ایسی حرکتوں سے توبہ کرلیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عہد فاروقی میں تمام صحابہ کرامؓ بلا اختلاف بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

دوسری روایت : عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطابؓ فی شهر رمضان بعشرین رکعة ... وفی عهد عثمانؓ .(سنن بیهقی ج ۲ ص ۴۹۶) یعنی لوگ عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ اس کی سند کو علامہ سبکی نے اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔

تیسری روایت : اخرج ابن ابی شیبه والبیهقی عن عمرؓ انه جمع الناس علی اُبیّ بن کعبؓ وکان یصلی بهم عشرین رکعةً حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ پر جمع کیا اور وہ اُن کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ سنده صحیح۔

چوتھی روایت : اخرج ابن ابی شیبه حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن یحیٰی بن سعید بن العاص الاهوی عن عمر بن الخطابؓ انه امر رجلاً ان یصلی بهم عشرین رکعة. حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ اس کی سند اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے امام وکیع، امام مالک اور امام یحیٰ تینوں صحاح ستہ کے اجماعی ثقہ شیوخ ہیں۔

پانچویں روایت : اخرج ابن ابی شیبه حد ثنا حمید بن عبدالرحمن عن الحسن البصری عن عبدالعزیز بن رفیع قال کان اُبیّ بن کعبؓ یصلی بالناس بالمدینة عشرین رکعةً قال ابن المدینی و یحیٰی القطان وابوزرعه مرسلات حسن صحاح (تدریب ص ۶۹) یعنی حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

چھٹی روایت : عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی

رمضان بثلاث و عشرین رکعة (موطا امام مالک ص ۴۰ سنن بیهقی ج ۲ ص ۴۹۶) حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۲۳ رکعت یعنی ۲۰ تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

ساتویں روایت : **عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطابؓ فی رمضان عشرین رکعة** (رواہ فی قیام اللیل). حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اس کی سندیں بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔

آٹھویں روایت : **عن ابی الحسنؒ ان علیاؓ امر رجلاً یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعةً** (مصنف ابن ابی شیبہ) حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ اس کی سند حسن ہے۔

نویں روایت : **عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علیؓ قال دعا القُرّاء فی رمضان فامرمنهم رجلاً یصلی بالناس عشرین رکعةً قال و کان یوتربهم** (سنن بیهقی ج ۲ ص ۴۹۶). ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان المبارک کے مہینے میں قاریوں کو بلایا اور اُن میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کریں اور وتر خود حضرت علیؓ پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کے اصحاب خاص ہمیشہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے شتیر بن شکل جو حضرت علیؓ کے اصحاب خاص میں سے تھے (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶) وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (قیام اللیل ص ۹۱ ابن ابی شیبہ، آثار السنن ج ۲ ص ۶۰)

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، سعید بن ابی الحسن دونوں حضرت علیؓ کے خاص شاگرد تھے (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۴۸ و ج ۴ ص ۱۶) اور یہ دونوں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (قیام اللیل ص ۹۲) اِسی طرح حارث اعور اور علی بن ربیعہ دونوں حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ و آثار السنن مع التعلیق ج ۲ ص ۵۹) اور ابوالبختر ی حضرت علیؓ کے خاص شاگردوں عبدالرحمٰن سلمی اور حارث کے خاص صحبت یافتہ تھے اور لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے (آثار السنن ص ۶۰ فی التعلیق) غرض اس خلیفہ راشد اور آپ کے سب ساتھی بیس رکعت پر عامل تھے۔

ل محدث صاحب نے اس اثر کے متعلق لکھا ہے کہ ابوالحسن مجہول ہے اور وہ طبقہ سابعہ کا ہے اس کو صحابہ سے لقا نہیں۔ ناظرین ابوالحسن دو ہیں جو ابوالحسن طبقہ سابعہ کا ہے وہ واقعی مجہول ہے لیکن یہ ابوالحسن طبقہ سابعہ کا نہیں ہے جب اس کے شاگرد عمرو بن قیس اور ابوسعد بقال طبقہ خامسہ وسادسہ سے ہیں تو اُستاد کیسے طبقہ سابعہ میں ہوگا۔ محدث صاحب نے بلا سوچ سمجھے صرف اہل سنت کی ضد میں یہ لکھ مارا اور پھر جبکہ حضرت علیؓ کے تمام شاگرد بھی بیس کے قائل ہوں اور دوسری روایت اس کی مؤید ہو تو یہ بات کس قدر پھیکی بن جاتی ہے۔

دسویں روایت : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے (قیام اللیل ص۹۲)۔ حضرت سوید بن غفلت جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کے خاص صحبت یافتہ شاگرد ہیں وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (سنن بیہقی)

حضرت عطا کی شہادت : حضرت عطا کبار تابعین میں سے ہیں آپ کو ۲۰۰ صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، آپ کی شہادت صحابہ اور تابعین دونوں زمانوں کی شہادت ہے آپ فرماتے ہیں **ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثاً وعشرین رکعة رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہٗ حسن** (آثار السنن ج ۲ ص ۵۵) حضرت عطا فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ وتابعین کو بیس رکعت تراویح ہی پڑھتے پایا۔ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ وتابعین بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور کبھی کسی ایک شخص نے بھی ۲۰ تراویح کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں **وھو قول جمھور العلماء و بہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح عن اُبیّ بن کعب من غیر خلاف من الصحابة** (عینی شرح بخاری) ترجمہ یہ قول جمہور علما کا ہے اہل کوفہ (حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے ساتھی) اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی یہی صحیح اور ثابت ہے اور اس میں صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اور فن حدیث کے مسلم الثبوت امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں **واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی و عمر وغیر ھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعةً** (ترمذی) اکثر اہل علم بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں جو کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور نبی اکرم ﷺ کے دوسرے صحابہ سے مروی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں **ھکذا ادرکت ببلدنا مکة یصلون عشرین رکعةً** (ترمذی). میں نے مکہ معظمہ میں تابعین اور تبع تابعین کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

میں نے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا عمل پیش کر دیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے حکم سے آپ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح باجماعت باقاعدہ شروع ہوئیں اور کسی ایک متنفس نے بھی اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ بغیر کسی اختلاف کے تمام صحابہ بیس رکعات پڑھتے رہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ مبارک میں بھی اسی پر عمل رہا، حضرت امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب نے بھی بیس کا حکم دیا اور بیس ہی پڑھتے رہے۔ آپ کے تمام شاگرد بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

تابعین اور تبع تابعین بھی بیس پر عامل تھے اور عہد نبوی ﷺ سے لے کر بارھویں صدی ہجری تک کسی ایک معتبر عالم کا نام بھی پیش نہیں جا سکتا کہ اُس نے بیس رکعت تراویح کے خلاف رسالے بازی اور اشتہار بازی کی ہو یا کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی نے بیس رکعت پڑھنے والوں کو انعامی چیلنج دیا ہو اور عہد فاروقی سے لے کر بارہ سو سال تک ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی کہ فلاں صدی میں فلاں علاقہ میں لوگوں میں آٹھ رکعت تراویح کا رواج تھا۔ جب سے غیر مقلدوں کا یہ نیا فرقہ پیدا ہوا ہے اُسی وقت سے یہ شور وغوغا سننے میں آیا ہے، اسی فرقے نے ہمیشہ امن وسکون سے بسنے والے مسلمانوں میں سر پھٹول کرائی ہے۔ محدث صاحب نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے آٹھ رکعت تراویح پر استدلال کیا ہے حالانکہ کتنی صاف بات ہے کہ جب اس حدیث میں رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا لفظ بھی ہے تو اس حدیث کو تراویح سے کیا تعلق، اگر یہ تراویح کے متعلق ہے تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ رسول پاک ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ محدث صاحب یہ حدیث تو تہجد کے متعلق ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں برابر ہوتی ہے اور اگر محدث صاحب یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے تو محدث صاحب ایک ہی حدیث صحیح پیش فرمائیں کہ تہجد اور تراویح ایک نماز ہے نیز میں حضرت عائشہؓ سے چار روایات ذکر کر چکا ہوں اور نواب صدیق حسن صاحب کا قول بھی ذکر کر چکا ہوں کہ رسول پاک ﷺ کی رمضان کی نماز غیر رمضان سے زیادہ ہوتی تھی۔ اُن روایات کا آپ کے پاس کیا جواب ہے نیز جناب کی پیش کردہ روایتِ عائشہؓ اور روایتِ جابرؓ دونوں میں تین وتر کا ذکر ہے، غیر مقلد ان دونوں روایتوں کو چھوڑ کر ایک وتر پڑھتے ہیں تو خود ان حدیثوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ نیز محدث صاحب یہ بھی بتائیں کہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے زمانہ مبارک میں جب علی الاعلان بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں اُس زمانہ میں حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں زندہ تھے اگر ان دونوں بزرگوں سے آٹھ رکعت تراویح کی حدیث مروی ہے تو ان دونوں نے وہ حدیثیں اُن صحابہ کے سامنے کیوں پیش نہ کیں اور کیوں آٹھ رکعت تراویح کی سنت کو مٹنے دیا۔ کیا ان دونوں میں سنت پر عمل کرنے اور سنت کو پھیلانے کا اتنا جذبہ بھی نہ تھا جتنا کہ محدث عبدالجبار صاحب میں ہے کہ ان کے سامنے ایک سنت مٹ رہی ہو ایک زبردست بدعت شروع ہو چکی ہو لیکن وہ دونوں لوگوں کی کوئی رہنمائی نہ کریں اور محدث صاحب یہ بھی ثابت کریں کہ یہ دونوں سب صحابہ کے خلاف آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور یہ باتیں محدث صاحب انشاء اللہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکیں گے۔ محدث صاحب نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا حکم ۱۱ رکعت کا تھا لیکن محدث صاحب کی یہ بات عقل ونقل کے

بالکل خلاف ہے کیونکہ جس اثر کو محدث صاحب نے ذکر کیا ہے اس کا مدار محمد بن یوسف پر ہے اُس کی روایت میں سخت اضطراب ہے وہ کبھی ۱۱ کہتا ہے کبھی ۱۳ کبھی ۲۱ اور مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے تو لامحالہ یہ روایت ضعیف ہوئی تو استدلال کیا! ۔اب ایک طرف یہ مضطرب اور ضعیف روایت دوسری طرف ہم نے صحیح روایات بیان کر دیں ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیس کا حکم دیا تھا نیز محدث صاحب یہ بھی بتائیں کہ کیا عقل اس کو تسلیم کرتی ہے کہ حضرت عمرؓ گیارہ کا حکم دیں اور عہد فاروقی کے صحابہ وتابعین خلیفہ راشد کے حکم کی خلاف ورزی کریں اور بیس پڑھنی شروع کر دیں۔ محدث صاحب اگر حکم گیارہ کا تھا اور صحابہ وتابعین نے اس حکم کو نہ مانا بیس پڑھنی شروع کر دیں اور آٹھ کی سنت بجائے ۲۰ تراویح کی بدعت شروع کر دی تو بتاؤ کہ حضرت عمرؓ نے اس بدعت کو کیوں نہ مٹایا اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت علیؓ نے اس بدعت کو کیوں نہ مٹایا۔ محدث صاحب کیوں لوگوں کو صحابہ تابعین اور سلف صالحین سے بدظن کرتے ہو۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بیس رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے اُن احادیث (آٹھ رکعت والی اگر کوئی صحیح ہو) کے منسوخ ہونے کی (اشرف الجواب ج ۱ ص ۱۰۲)۔ حضرت حکیم الامتؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر بفرض محال حدیث جابرؓ وغیرہ صحیح بھی ہو تو بھی صحابہ کرام کا بیس رکعت پر اجماع اس کے منسوخ ہونے کی علامت ہے۔ امام نوویؒ مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں **من اقسام النسخ مایعرف بالا جماع کقتل شارب الخمر فی المرۃ الرابعۃ فانہ منسوخ عرف نسخہ باالاجماع والاجماع لا ینسخ ولکن یدل علی وجود الناسخ** اور غیر مقلدوں کے جد امجد نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب ''افادۃ الشیوخ فی بیان الناسخ والمنسوخ'' پر لکھتے ہیں: ''چہارم آنکہ باجماع صحابہ دریافت شود کہ ایں ناسخ وآں منسوخ ...ومثل اوست حدیث غلول صدقہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراں امر باخذ صدقہ وشطر مال اوفرمودہ لیکن صحابہ اتفاق کردند بر ترک استعمال ایں حدیث وایں دال است بر نسخ وے۔ ومذہب جمہور نیز ہمیں است کہ اجماع صحابہ از ادلہ بیان ناسخ است۔'' نواب صاحب کی یہ عبارت اس بات پر صریح نص ہے کہ جو حدیث عہد صحابہ میں متروک العمل ہو چکی ہو وہ منسوخ ہے پس آٹھ رکعت کی روایات پر عمل کرنے والا اجماع صحابہ کا مخالف اور روایات منسوخہ پر عامل ہے جیسا کہ عیسائی اور یہودی مذہب منسوخ پر عامل ہیں پس حدیث عائشہؓ مدعٰی سے ساکت ہے اور حدیث جابرؓ ضعیف بھی ہے اور منسوخ بھی، رہی حدیث ابن عباسؓ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے اور مولوی عبدالجبار صاحب نے اُسے ابوشیبہ کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا ہے

اولاً تو میں نے ابوشیبہ کی تعدیل باعتبار حفظ وضبط اور باعتبار عدالت عرض کردی وہ مختلف فیہ حسن الحدیث ہے ثانیاً یہ کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو وہ صحیح ہوتی ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ "شرح نظم الدرر میں فرماتے ہیں :

المقبول ما تلقاء العلماء بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح اور امام سخاویؒ شرح الفیہ میں فرماتے ہیں **اذا تلقت الامة الضعیف بالقبول یعمل به علی الصحیح حتی انه ینزل منزلة المتواتر فی انه ینسخ المقطوع به ولهذا قال الشافعیؒ حدیث لا وصیة لوارث لا یثبته اهل الحدیث ولکن العامة تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوه ناسخا لآیة الوصیة للوارث.** اور علامہ حافظ ابن حجر "الافصاح علی نکت ابن الصلاح" میں فرماتے ہیں" **ومن جملة صفات القبول– ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول الحدیث فانه یقبل حتی یجب العمل به وقد صرح بذالک جماعة من آئمة الاصول** "اس قاعدے کو غیر مقلدوں کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی تسلیم کیا ہے (دیکھو اخبار اہل حدیث مؤرخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۰۷ء)۔

اب محدث صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ عام علمائے اُمت کے قبول کر لینے سے جب ضعیف حدیث واجب العمل ہو جاتی ہے تو بیس رکعت والی حدیث جس پر خلفائے راشدین نے حکم دے کر عمل کروایا اور تمام صحابہ کرامؓ نے عہد فاروقی سے لے کر اور تمام تابعین اور تبع تابعین نے تمام آئمہ مجتہدین نے اس پر عمل کیا ہو اور تمام اُمت کا بارہ سو سال تک بلا اختلاف اس پر عمل ہو پھر تو ابوشیبہ کی یہ حدیث اتنی قوی اور مستحکم ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر پیچھا چھڑانا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ بیس رکعت کی حدیث اجماع اُمت کے موافق ہونے کی وجہ سے واجب العمل ہے اور آٹھ رکعت والی مخالف اجماع ہونے کی وجہ سے متروک اور منسوخ ہے۔

اہل سنت وجماعت تمام احادیث پر عمل کرتے ہیں :

ان غالی غیر مقلدین کا عجیب طریقہ ہے کہ تمام ذخیرہ حدیث فی الباب سے ایک حدیث لے لیتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کے مطابق ہو اور اُس کے خلاف خواہ کس قدر احادیث ہوں بس ایک وہی حدیث پیش کئے جاتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو مخالف حدیث کہے جاتے ہیں۔ حضرت قاری عبدالرحمٰنؒ ان غُلاۃ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بیشک عامل بالحدیث ہیں لیکن الف لام الحدیث میں عوض میں مضاف کے ہے اور وہ مضاف الیہ نفس ہے یعنی عامل بالحدیث النفس تو واقعی یہ لوگ حدیث نفس کے عامل ہیں حدیثِ رسول ﷺ پر عامل نہیں۔ یہ لوگ اپنے نفس کے مطابق احادیث تلاش کر لیا کرتے ہیں جیسے کسی کی حکایت مشہور ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کہ تمہیں قرآن کا کونسا حکم سب سے زیادہ پسند ہے،

کہا ربنا انزل علینا مائدہ من السماء اسی طرح انہوں نے بھی تراویح کی تمام احادیث سے صرف آٹھ والی حدیث پسند کی اور وتر کی تمام حدیثوں سے ایک وتر والی حدیث پسند کی۔ تمام رات تراویح پڑھنا جو صحیح حدیث سے ثابت ہے اس سنت کو تو کبھی ادا نہیں کیا لیکن سنت فجر کے بعد سونے کی سنت پر خوب زور ہے سبحان اللہ کیا معیار ہے۔ ایک حدیث کو مان کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قول وفعلِ رسول یہی ہے باقی تمام ذخیرہ حدیث کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کے اس سبق کے رٹنے کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سلف صالحین کے اعمال کو خلاف حدیث ظاہر کر کے اُن کی تقلید سے منحرف کریں اور اپنی تقلید کا پھندا اُن کے گلے میں پیوست کر دیں قاتلهم الله انی یوفکون. اس مسئلے میں بھی یہ حنفیہ کو مخالفِ حدیث کہتے ہیں اور اپنے آپ کو عامل بالحدیث حالانکہ نہ یہ آٹھ والی روایات کو مانتے ہیں نہ بیس والی کو کیونکہ حدیث عائشہ تہجد کے متعلق ہے کہ رسول پاک ﷺ رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت تہجد پڑھتے تھے لیکن غیر مقلد رمضان کے مبارک مہینہ میں تہجد بھی نہیں پڑھتے بلکہ جو غیر مقلد غیر رمضان میں تہجد پڑھتے ہیں وہ بھی رمضان میں چھوڑ بیٹھتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ اہل سنت رمضان اور غیر رمضان میں ۸ رکعت تہجد اور تین وتر پڑھتے ہیں غرضیکہ حنفی تو حدیثِ عائشہؓ پر پورا عمل کرتے ہیں لیکن غیر مقلد نہ تہجد کے بارے میں اس پر عامل ہیں نہ وتر کے بارے میں کیونکہ غیر مقلد جتنی دلیلیں آٹھ تراویح پر لاتے ہیں ہر ایک میں تین وتر کا ذکر ہے اور غیر مقلد ایک وتر پڑھتے ہیں۔ حدیثِ عائشہؓ اور حدیثِ جابرؓ میں بھی تین وتر کا ذکر ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ کے حکم میں بھی تین رکعت وتر مذکور ہیں، نہ تو غیر مقلدوں نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث پر عمل کیا اور نہ حضرت عائشہؓ کی اُن روایتوں پر عمل کیا جن کو میں شروع میں نقل کر چکا ہوں کہ رسول پاک ﷺ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ کوشش اور محنت فرماتے تھے، زیادہ شب بیداری کرتے تھے اور زیادہ نماز پڑھتے تھے بلکہ غیر مقلد تو زیادتی سے منع کر کے کھلم کھلا ان حدیثوں کی مخالفت کرتے ہیں نہ تو ان تینوں بزرگوں یعنی حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عمرؓ کی مذکورہ روایات پر غیر مقلدین کا عمل ہے اور نہ ان تینوں کے اپنے عمل کو مانتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ حضرت جابرؓ، حضرت عمرؓ تینوں کے سامنے بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی بیس رکعت تراویح سے منع نہ فرمایا بلکہ خود اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اور کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ تینوں آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ جب ان تینوں میں سے کسی نے بیس رکعت کا انکار نہ کیا اور نہ منع فرمایا تو غیر مقلد کس دلیل سے بیس رکعت سے منع کرتے ہیں۔ غرض نہ ان تینوں کی روایت کو مانتے ہیں اور نہ عمل کو اس کے برخلاف اہل سنت و جماعت تمام احادیث کو مانتے اور عمل کرتے ہیں۔ حضرت جابرؓ کی آٹھ رکعت والی

روایت اگر چہ صحیح نہیں ہے اس لیے ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں اُسے منکر روایات میں ذکر کیا ہے اور جس امرِ فاروقی کو غیر مقلد پیش کرتے ہیں وہ مضطرب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اسی لیے علامہ ابن عبدالبر نے اس کو وہم قرار دیا ہے نیز یہ صحیح روایات اور عقلِ سلیم کے بھی خلاف ہے تاہم اگر بفرض محال آٹھ رکعت پر اگر کوئی لُولی لنگڑی روایت ہو پھر بھی وہ ہم کو مضر نہیں اور نہ غیر مقلدین کو مفید ہے کیونکہ بیس میں آٹھ بھی شامل ہیں۔ اور بیس پڑھنے والا بیس والی روایات پر بھی عمل کر رہا ہے اور آٹھ والی روایات پر بھی کیونکہ آٹھ رکعت پر حصر کی کوئی دلیل نہیں ہے اور کسی ایک ضعیف روایت میں بھی یہ نہیں کہ آٹھ سے زیادہ منع ہیں تو بیس رکعت پڑھنا آٹھ والی کے مخالف کیسے ہوا بلکہ دونوں پر عمل ہوا۔

مثال اول : بعض روایات میں ہے کہ رسول پاک ﷺ ہر روز ستر مرتبہ استغفار پڑھتے تھے اور بعض میں سو مرتبہ کا ذکر ہے۔ اب اگر کوئی شخص سو مرتبہ استغفار پڑھے تو کون عاقل کہے گا کہ اس نے ستر والی روایت کی مخالفت کی ہے بلکہ حقیقت میں اس نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے کیونکہ سو میں ستر بھی داخل ہیں۔

مثال دوم : رسول پاک ﷺ کی تہجد کی رکعات مختلف آئی ہیں ۴+۳ اور ۶+۳ اور ۸+۳، ۱۰+۳ (رواہ عائشہؓ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۲) اب اگر کوئی شخص ۸+۳ یا ۱۰+۳ پڑھ لے تو کون نادان کہے گا کہ اس نے ۴، ۶ والی سنت کی مخالفت کی ہے بلکہ صاف بات ہے کہ ۸ میں ۴ اور ۶ بھی شامل ہیں۔

مثال سوم : مسلمان شروع سے پانچ نمازیں روزانہ پڑھتے ہیں لیکن منکرین حدیث نے کچھ دنوں سے یہ شور مچایا ہے کہ قرآن کی آیت اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الخ سے صرف تین نمازیں ثابت ہیں اس لیے پانچ نمازیں پڑھنا اس آیت کے خلاف ہے حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے اگر ایک آیت سے بظاہر تین نمازیں سمجھ آتیں ہیں تو باقی آیات و احادیث سے پانچ ثابت ہیں اور پانچ میں یہ تین بھی داخل ہیں تو پھر پانچ پڑھنے والا اس آیت کا مخالف کیونکر ہوا وہ تو اس پر بھی عامل ہوا اور دوسری آیات و روایات پر بھی عامل ہوا۔

مثال چہارم : شیعہ کہتے ہیں کہ اہل سنت حضرت علیؓ کی خلافت کے مخالف اور منکر ہیں کیونکہ یہ ایک کی بجائے چار کی خلافت مانتے ہیں اور جن روایات سے حضرت علیؓ کی فضیلت یا خلافت کے اشارے نکلتے ہیں اُن کو اہلِ سنت کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اُنکا ایسا کرنا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ جن چار کو ہم مانتے ہیں اُن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں تو جب اُن چاروں میں وہ ایک بھی شامل ہیں تو چار کا ماننا حضرت علیؓ کی مخالفت کیسے ہوئی۔

حضرت جابرؓ نے جو آٹھ رکعت روایت کی ہیں ابن عباسؓ کی بیس والی روایت میں وہ آٹھ بھی شامل ہیں پس

بیس والی روایت پر عمل دونوں روایتوں پر عمل ہے اور بیس والی کا انکار دونوں کا انکار ہے کیونکہ دوسری اسی میں شامل ہے تو بیس رکعت پڑھنا آٹھ رکعت کے مخالف کیسے ہوا، بلکہ بیس پڑھنے والا آٹھ بھی پڑھتا ہے پس آٹھ رکعت کی دلیلوں کو سنیوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا شیعوں کا سنیوں کے مقابلہ میں فضائل علیؓ کی روایات پڑھنا جبکہ حضرت علیؓ کی خلافت چاروں میں شامل ہے چنانچہ بعض لوگوں نے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ آٹھ والی مرفوع روایات میں جماعت کا ذکر ہے اور بیس والی مرفوع روایت میں جماعت کا ذکر نہیں اس لیے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے صرف آٹھ رکعت باجماعت پڑھنے کا حکم دیا ہو اور باقی بارہ رکعت لوگ بلا جماعت پڑھتے ہوں اور پھر بیس رکعت باجماعت پڑھنے کا حکم دے دیا ہو اور اسی آخری حکم پر اجماع منعقد ہوگیا۔ چنانچہ امام بیہقی، علامہ ابن حجر، ملا علی قاریؒ وغیرہم نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ نے گیارہ کا حکم دیا پھر بیس کا اور اسی پر اجماع منعقد ہوگیا، اب بیس پڑھنے والا حضرت عمرؓ کے دونوں حکموں پر عمل کرتا ہے کیونکہ دوسرا حکم پہلے کے مخالف نہیں ہے بلکہ پہلا دوسرے میں شامل ہے اور غیر مقلد دونوں حکموں کے منکر ہیں کیونکہ جب دوسرا حکم دیا تو پہلا اُسی میں شامل ہوگیا اور دونوں مل کر ایک ہی حکم رہ گیا تو آخری حکم پر عمل دونوں پر عمل اور آخری حکم کا انکار دونوں کا انکار ہے۔ اور صحابہ کرام ایک تراویح میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے اس لیے قاریوں نے قرآن پاک میں تراویح کے لیے رکوع مقرر کردیئے اور وہ بھی بیس کے حساب سے لگائے ہیں چنانچہ رکوع سارے قرآن میں ۵۴۰ ہیں اور لیلۃ القدر ستائیسویں رات کو قرآن ختم کرتے ہیں تاکہ لیلۃ القدر میں ختم کا ثواب ملے۔ اسی حساب سے پورے رکوع ہیں ۲۷×۲۰=۵۴۰

بعض غیر مقلد جب چاروں طرف سے عاجز آجاتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں کہ بیس رکعت سنت خلفاء ہے اور آٹھ سنت نبوی ہیں۔ حضور ﷺ نے آٹھ ہی پڑھی تھیں صحابہ نے ۱۲ بڑھالیں اس لیے ۸ پڑھنے والے سنت نبوی پر عامل ہیں اور بیس پڑھنے والے سنت خلفاء پر، تو عرض ہے کہ یہ مغالطہ ہے اولاً تو یہ غلط ہے کہ صحابہ سنت نبوی پر زیادتیاں کرلیتے تھے اگر یہ گمان رکھو تو ہوسکتا ہے کہ جن صحابہ نے ۸ کو بیس کرلیا ہو انہوں نے قرآن میں بھی زیادتی کی ہو۔ اگر وہ پیغمبر کے فعل میں اپنی مرضی سے زیادتی کرلیتے تھے تو پھر خدا جانے پیغمبر کے کلام میں انہوں نے کتنی زیادتیاں کی ہوں گی۔ ثانیاً بیس جس کو تم نے سنت فاروقی کہا ہے اس میں آٹھ جس کو سنت نبوی کہتے ہو وہ بھی شامل ہیں تو بیس پڑھنے والا سنت نبوی اور سنت فاروقی دونوں کا عامل ہوا، کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایک حدیث ہے جس میں حصر کے ساتھ مذکور ہو کہ صرف آٹھ تراویح سنت ہے، ایک بھی نہیں۔ کیا کسی ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت پڑھنا بدعت ہے۔ غیر مقلد

بتائیں کہ ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت وحرام جانتے ہیں یا مستحب، بعض غیر مقلد عاجز آکر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کو تو بیس رکعت باجماعت پر اعتراض ہے تو اُن سے فوراً کہو کہ جناب آپ جماعت کا لفظ نہ لکھیں پہلے صرف اتنا لکھ دیں کہ ہم بیس رکعت تراویح کو سنت مانتے ہیں اس کو شائع کردیں اور ساتھ یہ بھی شائع کریں کہ باجماعت پڑھنا مکروہ ہے یا حرام اور اُس کی بہترین دلیل جس سے بیس کا باجماعت پڑھنا منع ثابت ہو پیش کردیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بیس رکعت پڑھتے تھے اُن پر کیا فتویٰ ہے اور حضرت عمرؓ نے جنہوں نے بیس رکعت باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا وہ غیر مقلدوں کی شریعت کے مطابق کتنے بڑے مجرم ہیں۔ بعض غیر مقلدین نے یہ مغالطہ دیا ہے کہ آٹھ رکعت پر غیر مقلدین اور مقلدین کا اتفاق ہے اس لیے آٹھ کو لے لینا چاہیے اور بارہ میں دونوں فریقوں میں اختلاف ہے اُن کو ترک کر دینا چاہیے۔ سبحان اللہ غیر مقلد صاحب اگر کوئی عیسائی آپ کی خدمت میں یہ عرض کرے کہ جناب عیسیٰؑ کی رسالت ونبوت پر چونکہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا اتفاق ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت میں دونوں فرقوں کا اختلاف ہے اس لیے سب مسلمانوں کو چاہیے کہ حضور ﷺ کی نبوت سے معاذ اللہ انکار کر کے صرف حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے قائل ہو جائیں تو آپ کیا جواب دیں گے۔ اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرنا مسلمانوں کی شان نہیں ہے لوگوں کو مغالطوں میں مبتلا نہ کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ :

(۱) آٹھ رکعت کی روایت سخت ضعیف ہے اور اجماع صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے تو آٹھ رکعت تراویح پڑھنے والا صحیح اور محکم حدیثوں کو چھوڑ کر ضعیف اور منسوخ حدیثوں پر عمل کرنے کی وجہ سے سخت غلطی کا شکار ہے۔

(۲) بیس رکعت پڑھنے والے سب حدیثوں کو مانتے ہیں کیونکہ بیس میں آٹھ بھی شامل ہیں اور آٹھ پڑھنے والے صرف ضعیف اور منسوخ روایات کے آستانہ پر دھونی رمائے بیٹھے ہیں اور محکم وصحیح احادیث سے منہ موڑے بیٹھے ہیں۔

(۳) بیس رکعت پڑھنے والے حضرت عمر فاروقؓ کے دونوں حکموں کو مانتے ہیں اور آٹھ پڑھنے والے حضرت عمرؓ کے آخری حکم کے منکر ہیں۔

(۴) بیس رکعت پڑھنے والے فرمان نبوی **علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوابھا وعضوا علیھا بالنواجذ** میری اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑو کے عامل ہیں کیونکہ بیس رکعت باجماعت خلفائے راشدین کے حکم سے شروع ہوئیں اور آٹھ رکعت پڑھنے والے نہ سنت نبوی کے

عامل کیونکہ حدیث جابرؓ منسوخ ہے اور حدیث ابن عباسؓ، احادیثِ شدت اجتہادشَدِ مِئْزَ رُوغیرہ پر عمل نہیں کرتے اور نہ سنت خلفاء کے عامل بلکہ دونوں سنتوں کے مخالف ہیں۔

(۵) بیس رکعت پڑھنے والے صراط مستقیم ماانا علیه واصحابی . خیر القرون قرنی الخ تمسکو ابن مسعودؓ پر گامزن ہیں اور آٹھ پڑھنے والے سبیل مومنین سے منحرف ہوکر نصله جهنم و ساء ت مصیرا کی وعید میں داخل ہیں۔

(۶) بیس رکعت پڑھنے والے سوادِ اعظم اور اجماع اُمت کے مطابق عمل کر کے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے مستحق بنتے ہیں اور آٹھ رکعت پڑھنے والے من شَذشُذ فی النا ر کی وعید کے سزاوار ہیں۔

(۷) بیس رکعت تراویح پڑھنے والے قیامت کے دن اپنے مقتداؤں یعنی پیغمبرِ اسلام ﷺ، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، آئمہ مجتہدین کے ساتھی ہوں گے اور بیس رکعت سے منع کرنے والے ارأیت الذی ینهٰی عبداً اذا صلّٰی کی جماعت میں شامل ہوں گے۔

(۸) رسول پاک ﷺ نے فرمایا ان الله وضع الحق علی لسان عمر اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان پر رکھا ہے اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ شیطان حضرت عمرؓ کے سائے سے بھاگتا ہے اور شیطان کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ حضرت عمرؓ کے راستے پر چل سکے۔ اے بیس رکعت تراویح پڑھنے والو! تم کتنے خوش نصیب ہو کہ حضرت عمرؓ کے دونوں حکموں پر عامل ہو اور حق پرستوں کی جماعت میں داخل ہو اور اے آٹھ رکعات پڑھنے والوں! تم حضرت عمرؓ کے آخری فرمان سے جس پر ساری اُمت کا اجماع ہو چکا ہے پھر کر کس رستے پر جار ہے ہو تم کو یہ توفیق کیوں نہیں کہ حضرت عمرؓ کے راستہ پر چلو۔

آخر میں حضرت حکیم الامتؒ کی کتاب اشرف الجواب ج۲ ص ۱۰۳ سے ایک اقتباس نقل کر کے ختم کرتا ہوں :

"بھئی سنو! محکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مال گزاری داخل کرو اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گزاری ہے اُس نے کہا آٹھ روپے پھر تم نے دوسرے نمبر دار سے پوچھا اُس نے کہا بیس روپے تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے کر جانا چاہیے اس شخص نے جواب دیا کہ صاحب بیس روپے لے کر جانا چاہیے۔ اگر بیس روپے ادا کرنے پڑے تو کسی سے مانگنے نہ پڑیں گے اور اگر آٹھ ادا کرنے ہوئے تو باقی رقم بچ رہے گی۔ اور اگر میں کم لے کر گیا اور وہاں زیادہ طلب کیے گئے تو کس سے مانگتا پھروں گا۔ مولانا نے فرمایا بس خوب

سمجھ لو کہ اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی گئیں تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی۔"

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم .

فقط

محمد امین صفدر اوکاڑہ

غیر مقلدین کے مشرب کی حقیقت !

﴿ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ ﴾

ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین کے مشرب کی حقیقت ایک خواب میں مجھ پر ظاہر ہوگئی تھی جو میں نے طالب علمی (کے زمانہ) میں دیکھا تھا، گو خواب صحت شرعیہ نہیں لیکن اگر نصوص شرعیہ (قرآن وحدیث) سے مؤید ہو جائے تو سکون ضرور ہوتا ہے، اس لیے کہ بروے حدیث مبشرات میں سے ہے، میں نے خواب دیکھا کہ

"میں دہلی میں ہوں اور ایک غیر مقلد مولوی صاحب کے مکان کے دروازے میں طلباء جمع ہیں میں بھی وہاں ہوں اور چھاچ (پکی لسی) تقسیم ہو رہی ہے مجھ کو بھی دینا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا"۔

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کی صورت مثالیہ دودھ کی سی ہے اور چھاچ مشابہ ہوتی ہے دودھ کے تو خواب کے معنی یہ ہوئے کہ ان کا مشرب دین کی صورت تو ہے مگر اس میں دین کے معنی نہیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۲۳۷)

۵ے غرض غیر مقلدین کی دلیل حدیث جابرؓ وامر فاروقی اولاً تو ضعیف ہے اور اگر ضعیف نہ بھی ہوتے تو اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہیں اور اگر منسوخ نہ بھی ہوتے پھر بھی ہم کو مضر اور اُن کو مفید نہیں کیونکہ بیس میں آٹھ شامل ہیں اور بیس رکعت کی دلیلیں بوجہ صحیح ومحکم ہونے کے لازم العمل ہیں۔

باب : ۴ قسط : ۲۰

فہم حدیث

☆

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ﴾

قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کسی اور کو نہیں :

عن جابرؓ قال سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول قبل أن یموت بشھر تسألونی عن الساعة و أنما علمھا عنداللّٰہ. (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کی وفات سے ایک ماہ پیشتر آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو (کہ وہ کب ہوگی۔ تو جان لو کہ) اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے (کسی اور کو نہیں ہے)۔

قیامت قریب ہے :

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعثت أنا والساعة کھا تین. (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "میں بھیجا گیا ہوں اس حال میں کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں (کہ ان کے درمیان کسی نئی اُمت اور کسی نئے نبی کا دور نہ ہوگا لہٰذا اس کو بہت دور سمجھ کر بے فکر نہ ہونا چاہیے)۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل ھذہ الدنیا مثل ثوب شق من أولہ الی اٰخرہ فبقی متعلقا بخیط فی اٰخرہ فیوشک ذالک الخیط أن ینقطع. (بیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس دنیا کی مثال اس

کپڑے کی سی ہے جو اول سے آخر تک پھاڑ دیا گیا اور بس سرے پر ایک دھاگے سے وہ جڑا رہ گیا اور یہ آخری دھاگا بھی بس عنقریب ٹوٹا ہی چاہتا ہے (اور یہ آخری دھاگا میرا دور ہے کہ جس کے ختم ہونے پر قیامت قائم ہوگی)۔

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف أنعم وصاحب الصور قد التقمه وأصغی سمعه وحنیٰ جبهته ینتظر متی یومر بالنفخ فقالوا یا رسول اللّٰہ وما تأمرنا ؟ قال قولوا حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل. (مشکوۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں کیونکر خوش اور بے غم ہو کر رہ سکتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ صور والا فرشتہ صور کو اپنے منہ میں لیے ہوئے ہے اور اپنا کان اس نے لگا رکھا ہے اور اس کی پیشانی خمیدہ اور جھکی ہوئی ہے وہ انتظار کر رہا ہے کہ کب اس کو (دنیا کو ختم کر دینے کے لیے) صور کے پھونک دینے کا حکم ہو (اور وہ پھونک دے۔ یعنی جب مجھے اس واقعہ کا علم ہے تو میں کیسے اس دنیا میں اطمینان اور خوشی سے رہ سکتا ہوں)۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! تو ہمیں آپ کا کیا حکم ہے (ان کا مطلب یہ تھا کہ جب معاملہ اتنا خطرناک ہے تو ہماری رہنمائی فرمائیے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بچنے کے لیے ہم کیا کریں؟) آپ نے ارشاد فرمایا : کہتے رہا کرو حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ (ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے)۔

(جاری ہے)

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ

دلشاد گولڈ سمتھ

ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں

پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدّین۔ محمّد اعزاز

محمّد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر فسٹ فلور دھوبی منڈی
پرانی انارکلی لاہور
فون: 7240181

باب نمبر۲ قسط : ۱۶

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب Ahmedia Movement British-Jewish Connection ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کررہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

مذہبی دعووں کی سیاست :

مرزا صاحب کا سارا کاروبار صرف اور صرف مذہب کی آڑ میں سیاست تھی جس کا اسلام کے احیاء کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ انگریزوں کے آلہ کار اور مسلمانوں کے اتحاد کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ مجدد، مہدی، مسیح موعود، نبی، رسول اور کرشن اوتار کے دعوے صرف سیاسی تماشے تھے۔ آپ کے سیاسی کاروبار کی نوعیت سمجھنے کے لیے آپ کے مہدویت کے دعوے سے گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

مہدی :

احادیث کے مطابق مہدی ایک ہدایت یافتہ شخصیت ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کے طریق پر خلافت قائم کریں گے اور زمین کو اُس وقت عدل و انصاف سے بھر دیں گے جب اسے زمین سے منتشر کر کے نکالا جاچکا ہوگا۔ وہ ایک جنگجو اور اسلام کے عظیم سپاہی ہوں گے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنے سیاسی مقاصد کو پروان چڑھانے کے لیے کئی مذہبی مہم جوؤں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ سیاسی مقاصد کی خاطر ایران کے بابیوں اور ہندوستان کے قادیانیوں نے اس کا سب سے زیادہ استعمال کیا۔ جب کبھی مسلمانوں کی سیاسی قوت تنزل کا شکار ہوئی تو کوئی نہ کوئی مہدی اُٹھ کھڑا

ہوا۔انیسویں صدی کے سیاسی حالات کے باعث ''مہدی'' کے تصور نے بڑی اہمیت حاصل کی۔ یہ اعتماد بحال کرنے اور کسی قوم کی اُمید زندہ رکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔یہ توقع کی جاتی تھی کہ مہدی علیہ السلام آکر ماضی کی شان وشوکت بحال کریں گے اور اسلامی دُنیا کو ایک خوشگوار انجام تک لے جائیں گے۔ مرزا صاحب نے مہدی کا دعوٰی ۱۸۹۱ء میں کیا۔ آپ نے یہ اعلان کیا کہ آپ کی ذات میں مہدی کے متعلق تمام پیش گوئیاں مکمل ہوگئی ہیں، مگر مہدی کے جہادی پہلو کے متعلق سوچ کر آپ خوف سے کانپ جاتے۔ آپ نے اپنے آپ کو ''عدم تشدد کا حامی مہدی'' قرار دیا جو زمین پر جنگ کو روکنے آیا تھا۔آپ نے انگریزوں اور مسلمانوں کو یہ یقین دلانے کی سرتوڑ کوشش کی کہ مہدی کی عالمی فتوحات کی جو پیش گوئیاں ہیں وہ امن کی فتوحات ہیں، جنگ کی نہیں۔اپنی کتابوں میں آپ نے مسلمانوں کو موردالزام ٹھہرایا کہ وہ ایک خونخوار جنگجو اور خونی مہدی کے تصور کو پروان چڑھا رہے ہیں، جو غیر مسلم یہودیوں اور عیسائیوں کو قتل کرے گا۔[۱] ایسا کوئی مہدی نہیں آسکتا جو جہاد شروع کرے۔وہ ایک ابلاغ کار تو ہوسکتا ہے، سپاہی نہیں۔انگریزوں کے خلاف جنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا، خواہ ہندوستان میں یا اسلامی دُنیا میں کہیں اور اس کی ضرورت پیش آئے۔

انیسویں صدی کے آخیر میں نوآبادیاتی قومیں ایشیاء اور افریقہ میں نوآبادیوں کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں فرانسیسی سامراج نے تیونس پر قبضہ کرلیا اور برطانیہ مصر لے گیا۔مصر کے معاملات میں برطانیہ کی مداخلت ۱۸۷۵ء میں شروع ہوئی جب برطانوی وزیر اعظم ڈزرائیلی نے نہر سویز کے حصص خریدنے کے لیے بات چیت شروع کی۔اس کے بعد اگلی دہائی میں بھی انہوں نے ''پُر امن نفوذ پذیری'' جاری رکھی، خدیو اسماعیل نے نوآبادیاتی شکنجے سے جان چھڑانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔۱۸۷۹ء میں مصری فوج میں ایک بغاوت ہوئی جو دبادی گئی۔دوسال بعد کرنل احمد اعرابی نے مصری معاملات میں برطانوی مداخلت کے خلاف چند فوجی افسران اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر ہتھیار اُٹھالیے۔۱۱؍اور ۱۲؍جون کو اسکندریہ میں بلوہ ہوا۔ایک مہینے بعد برطانوی امیر البحر فریڈرک بی کیمپ نے وہ کیا جسے بعد میں ولزلی نے ''اسکندریہ پر احمقانہ اور مجرمانہ بمباری''[۲] کا نام دیا گیا۔لندن میں اعرابی کی جنگ آزادی کو ختم کرنے کے لیے گلیڈسٹون حکومت نے فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ستمبر ۱۸۸۲ء میں فوج کے نائب سالار ولزلی کو طل کبیر کی جنگ میں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جو کہ نہر سویز اور قاہرہ کے تقریباً وسط میں تھی۔تاہم برطانوی فوجیں کامیاب رہیں اور کرنل احمد کی فوجیں جزیرہ سشیلو کی طرف ہٹ گئیں۔۱۸۸۳ء میں برطانیہ نے مصر پر قبضہ کرلیا اور اس حقیقت کے باوجود کہ مصر ترکی سلطنت کا حصہ تھا، برطانیہ نے اس پر اپنا نوآبادی تسلط جاری رکھا۔

---

[۱] مرزا غلام احمد ''حقیقت المہدی'' قادیان۔۱۸۹۹ء۔صفحہ نمبر ۶۔اور ''محمد علی، مرزا غلام احمد'' لاہور۔۱۹۶۷ء صفحہ نمبر ۵

اعرابی کی نوآبادیاتی مخالف بغاوت کے دوران سوڈان میں ایک مذہبی رہنما المہدی (محمد احمد) اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے تمام قبائل کو متحد کیا اور ان تمام مصری دستوں کو متواتر شکستیں دیں جو انہیں گرفتار کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ نیل کے مغرب میں مہدی کے درویشوں نے پورے سوڈان کا مکمل اختیار جلد ہی سنبھال لیا۔ ۲

۱۸۸۳ء میں دس ہزار فوجیوں کو لے کر برطانوی جرنیل ہکس نے درویشوں کے خلاف لڑنے کے لیے صحرا میں بڑھنا شروع کیا۔ جذبہ جہاد سے سرشار مہدی کی فوجوں نے دس ہزار آدمیوں کی فوج کا مکمل صفایا کردیا جس سے برطانوی حیران اور خوفزدہ ہوگئے۔ لارڈ فٹ موریز نے دارالامراء کو بتایا کہ ''جب سے فرعون کے ہاتھی بحیرہ احمر میں ڈوب کر تباہ ہوئے اس وقت سے کسی فوج کی اتنی مکمل تباہی آج تک نہیں ہوسکی''۔ سوڈانیوں اور عرب ممالک کی کثیر تعداد نے یہ یقین کرلیا کہ آپ وہی اصل مہدی ہیں جن کی آمد کی خوشخبری حضور اکرم ﷺ نے دی تھی۔ ۳

برطانوی سامراجیوں نے درویشوں کے خلاف لڑنے کے لیے چارلس گورڈن کا انتخاب کیا۔ گورڈن نے تائیوان کی چین میں ''تائپنگ بغاوت'' کو کچل کر بڑا نام کمایا تھا۔ اس تحریک کا سربراہ خدا کا بیٹا، خدا کا پیغمبر، آسمانی بادشاہ اور حضرت مسیح کا چھوٹا بھائی ہونے کا دعویدار تھا۔ وہ بھی مرزا کی طرح اپنے علمی مقاصد میں ناکامی پر سیاست کی طرف راغب ہوگیا۔ ۱۸۶۴ء میں گورڈن نے ''مسیح کی بغاوت'' کچل دی اور نان کن پر قبضہ کرلیا۔

مہدی کی فوجوں کے بڑھتے ہوئے عسکری دباؤ کے سامنے گورڈن نے اپنی چھاؤنیاں ہٹالیں اور برطانوی احکامات کے خلاف خرطوم پر اپنا قبضہ جاری رکھا جب تک کہ ۱۸۸۵ء میں مہدی کی فوجوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ درویشوں نے جنرل گورڈن کو مارڈالا۔ ملکہ وکٹوریہ اصرار کرتی رہی کہ ہندوستانی دستوں کو عدن سے حرکت دی جائے کہ وہ گورڈن کو بچاسکیں۔ مشہور انگریزی شاعر لارڈ ٹینی سن نے گورڈن کے بارے ایک نظم لکھی اور برطانوی پریس نے اسے ''سپاہی ولی'' کا خطاب دے دیا اگرچہ ریڈورز بلرز نے یہ کہا ''یہ آدمی اُونٹوں سے بھی کم حیثیت کا مالک تھا۔ ۴

(جاری ہے)

---

۲ (مہدی برطانوی یا مصری تاریخ کا ایک باب یا حصہ نہیں یہ اسلامی احیاء کے خودمختار تاریخی عمل کا حصہ ہے) دیکھئے پی۔ ایم۔ ہولٹ ''سوڈان میں مہدی ریاست''۔ ۸۹۔۱۸۸۱۔ آکسفورڈ۔ ۱۹۵۸۔ اور محمد شکیبہ۔ ''سوڈان میں برطانوی حکمت عملی'' لندن۔ ۱۹۵۲ء)

۳ لٹن سٹارکی۔ Eminent Victorians۔ چٹوئی اور انڈس۔ لندن۔ ۱۹۷۴۔ صفحہ نمبر ۲۵۵

۴ رچرڈ گیرٹ۔ ''جنرل گورڈن''۔ آتھر بیکر لیمیٹڈ لندن۔ ۱۹۷۴ء صفحہ نمبر ۲۱۵

باب : ۸ قسط : ۱۵

دینی مسائل

☆

﴿ نجاستوں کا بیان ﴾

نجاست سے متعلق چند مسائل :

مسئلہ : اکہرے کپڑے میں ایک طرف معاف مقدار سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی۔ ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو اور اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔

مسئلہ : نجس پانی میں جو کپڑا بھیگ گیا تھا اس کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا اور اس کی تری اس پاک کپڑے میں آگئی لیکن نہ تو اس میں نجاست کا کچھ رنگ آیا نہ بدبو آئی تو اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ گیا ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے تو وہ پاک کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔ اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا۔ اور اگر پیشاب وغیرہ خاص نجاست کے بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ لپیٹ دیا تو جب پاک کپڑے میں ذرا بھی اس کی نمی اور دھبہ آگیا تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ : بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ : جس زمین کو گوبر سے لیپا ہو وہ نجس ہے اس پر کوئی پاک چیز بچھائے بغیر نماز درست نہیں۔

مسئلہ : گوبر سے لیپی ہوئی زمین اگر سوکھ گئی ہو تو اس پر گیلا کپڑا بچھا کر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن وہ اتنا گیلا نہ ہو کہ اس زمین کی کچھ مٹی چھوٹ کر کپڑے میں لگ جائے۔

مسئلہ : پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلا، پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جائے کہ زمین کی کچھ مٹی یا نجس پانی پیر میں لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ : نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ : راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ بدن یا کپڑے میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔ باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی بازار اور راستوں میں زیادہ آمدورفت نہ ہو یا ہوتی ہو لیکن وہ آنے جانے کے لیے عام طور سے

کا راستعمال کرتا ہو تو یہ شخص ایسی نجاست لگنے سے بدن اور کپڑے پاک کرلیا کرے چاہے ناپاکی کا اثر محسوس نہ بھی ہو۔

مسئلہ : نجاست کے اوپر جو گرد وغبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس میں اثر کر کے اس کو تر نہ کر دیا ہو۔

مسئلہ : جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ وہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا لیکن ان پانیوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر پہلی دفعہ کا پانی کسی کپڑے میں لگ جائے تو یہ کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر دوسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو صرف دو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر تیسری دفعہ کا لگ جائے تو ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ : جب سو کر اُٹھے تو جب تک پہنچوں تک ہاتھ نہ دھو لے اس وقت تک کسی برتن میں موجود پانی میں ہاتھ نہ ڈالے چاہے ہاتھ پاک ہو چاہے ناپاک ہو۔ اگر پانی چھوٹے برتن میں رکھا ہو جیسے لوٹا، آبخورہ تو اسے بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر ڈالے اور تین دفعہ دھوئے، پھر برتن داہنے ہاتھ میں لے کر بایاں ہاتھ تین دفعہ دھوئے اور اگر چھوٹے برتن میں پانی نہ ہو، بڑے مٹکے وغیرہ میں ہو تو کسی آبخورے یا گلاس وغیرہ سے نکال لے لیکن انگلیاں پانی میں نہ ڈوبنے پائیں۔

مسئلہ : ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اُڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں بشرطیکہ اس نجاست کا کچھ اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔

مسئلہ : رومالی گیلی ہونے کے وقت ہوا نکلے تو اس سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ (جاری ہے)

بزرگانِ دین کی زیرِ سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

حقانیہ بک بائنڈنگ ہاؤس

اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ
برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ
جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار
قیمتی وقت کے ضیاع سے بچیں

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں
بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی
مسودہ دے کر کتاب مکمل کروانے کا بندوبست

زیرِ سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ

ہجویری پارک 3/10- ریٹی گن روڈ لاہور۔
موبائل: 0320-4835144
فون رہائش: 7662588- فون: 7355447

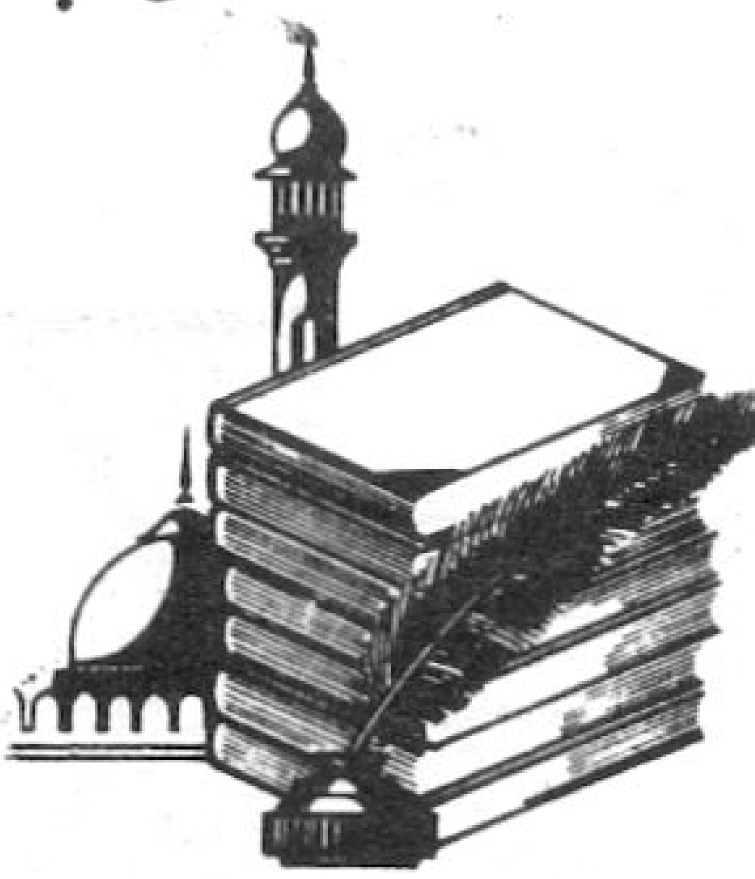

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : تجلیاتِ رمضان المبارک

افادات : مولانا عبدالکریم ندیم صاحب

مرتب : قاری جمیل الرحمٰن اختر صاحب

صفحات : ۳۰۴

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : انجمن خدام الاسلام حنفیہ قادریہ جی ٹی روڈ باغبان پورہ لاہور

قیمت : /۱۳۰

پیشِ نظر کتاب ''تجلیات رمضان المبارک'' ملک کے مصروف خطیب مولانا عبدالکریم ندیم زید مجدہم کے رمضان المبارک سے متعلق سات خطبات پر مشتمل ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے: (۱) استقبال رمضان المبارک (۲) روزہ کے فضائل اور اہمیت (۳) حقوقِ قرآن (۴) سترہ رمضان کے اہم واقعات (۵) لیلۃ القدر اور اعتکاف (۶) جمعۃ الوداع اور احکام عید الفطر (۷) فضیلت دعاء، آخر میں رمضان المبارک میں وفات پانے والے پچاس بزرگوں کا مختصر تذکرہ دیا گیا ہے، ان خطبات میں مولانا موصوف نے روزہ، رمضان اور قرآن سے متعلق تفصیل سے بیان کیا ہے اور عوام الناس کو بتلایا ہے کہ روزہ کی کیا اہمیت ہے اس کے کیا فوائد اور کیا فضائل ہیں۔

رمضان المبارک کیسا بابرکت مہینہ ہے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر کیا کیا انعامات فرماتے ہیں اور اس مہینہ میں کیسے کیسے بڑے واقعات پیش آئے ہیں۔ قرآن کا رمضان سے کیا تعلق ہے اور اس کے کیا حقوق ہیں دعا کی کیا فضیلت ہے اور اس کے کیا آداب ہیں۔ اندازِ بیاں دلکش ہے کتاب کو پڑھ کر عمل کا جذبہ اُبھرتا ہے۔

کتاب ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین ہے البتہ بعض مقامات پر کتابت کی اغلاط پائی جاتی ہیں بالخصوص ادعیہ ماثورہ میں کافی غلطیاں ہیں، آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی طرف ضرور توجہ دی جائے۔

☆☆☆

حاصلِ مطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب﴾

حسنِ سوال :

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا :

"اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ" [1]

اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت ہے، لوگوں سے دوستی رکھنا نصف عقل ہے اور خوبی کے ساتھ سوال کرنا نصف علم ہے۔

اس حدیث شریف کے تیسرے جُز میں حسنِ سوال کو نصف علم بتلایا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص خوب سوچ سمجھ کر اور صحیح انداز میں سوال کرتا ہے اُس کے بارے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص علمی ذوق کا حامل ہے اور علم میں اپنا کچھ حصہ ضرور رکھتا ہے اور اس بات کا خواہش مند ہے کہ اپنے ناقص علم کو پورا کرے لہٰذا اُس کے سوال کو نصف علم کہنا مناسب ہوگا۔ اس کے برخلاف جو شخص بغیر سوچے سمجھے اور خراب انداز میں بات کرتا ہے وہ اپنے اس سوال کے ذریعہ اپنے نقصانِ عقل و کمال اور جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ سوال کی نوعیت اور سوال کرنے کا انداز سوال کرنے والے کی شخصیت و حالت پر بذاتِ خود دلالت کرتا ہے اور اس کے سوال کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا کہ یہ شخص بالکل ہی جاہل ہے یا علم سے کچھ سروکار رکھتا ہے۔ جس شخص میں علم و عقل کی روشنی ہوگی اُس کا سوال بھی عالمانہ و عاقلانہ ہوگا اور جو شخص نرا جاہل ہوگا اُس کی اور باتوں کی طرح اُس کا سوال بھی جاہلانہ اور عامیانہ ہوگا۔ کتاب و سنت اور تاریخ کے اندر بہت سے عالمانہ سوالات موجود ہیں جن سے سائلین کی علمی لیاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اس موقع پر جاہلانہ سوالات کی ایک جھلک قارئین کی ضیافت کے لیے پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] شعب الایمان للبیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۳۰

''ایک مرتبہ حضرت امام ابو یوسف ؒ نے اپنی علمی مجلس میں اپنے ایک شاگرد کو مسلسل خاموش بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا : یہاں بیان کی جانے والی باتوں میں سے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے یا کوئی مسئلہ تمہیں مشکل معلوم ہو رہا ہو تو اس کے بارہ میں پوچھ لینا شرمانا نہیں، کیونکہ کسی حل طلب بات میں سوال کرنے سے شرمانا علم سے باز رکھتا ہے۔ اُس وقت حضرت امام ابو یوسف ؒ روزہ کی تعریف میں گفتگو فرمارہے تھے چنانچہ جب اُنہوں نے فرمایا کہ روزہ صبح سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے تو اسی شاگرد نے سوال کیا کہ حضرت : اگر آفتاب غروب ہی نہ ہو تو پھر روزہ کب تک رہے گا؟ حضرت امام ابو یوسف ؒ نے (اس کا جاہلانہ سوال سن کر) فرمایا : چپ رہو تمہارا چپ رہنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم بولو'' ۱

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''ایک لڑکی کی شادی ہوئی ماں نے رخصت کے وقت وصیت کر دی کہ بیٹی ساس کے گھر جا کر بولنا مت، اب بہو ہے کہ بولتی ہی نہیں ساس نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں؟ کہا کہ میری ماں نے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔ ساس نے کہا کہ ماں تیری بے وقوف ہے تو بول، کہا کہ بولوں، ساس نے کہا کہ ضرور بول، کہا کہ میں یہ پوچھتی ہوں کہ اگر تمہارا بیٹا مر گیا اور میں بیوہ ہو گئی تو مجھ کو یونہی بٹھلا رکھو گی یا کہیں نکاح بھی کر دو گی؟ ساس نے کہا تیری ماں نے سچ کہا تھا کہ تو خاموش رہ''۔ ۲

اہلِ بیت کا اندازِ سخاوت :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں :

(ا) حضرت ابن عباس ؓ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسن ؓ، حضرت حسین ؓ ایک مرتبہ بہت بیمار ہو گئے تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نذر (منت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل سے صاحب زادوں کو صحت ہو گئی، ان حضرات نے شکرانہ کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے مگر گھر میں نہ سحر کے لیے کچھ تھا نہ افطار کے لیے، فاقہ پر روزہ شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر تو کچھ اُون دھاگا بنانے کے لیے

---

۱ مظاہر حق جدید ج ۴ ص ۶۰۵ ۲ حضرت تھانوی ؒ کے پسندیدہ واقعات ص ۲۴۱

اُجرت پر دے تو محمد ﷺ کی بیٹی اس کام کو کر دے گی۔ اس نے اُون کا ایک گٹھر تین صاع جو کی اُجرت طے کر کے دے دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس میں سے ایک تہائی کا تا اور ایک صاع جو اُجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کئے ایک ایک اپنا میاں بیوی کا دو دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا، جس کا نام فضہ تھا۔ روزہ میں دن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا، حضرت علیؓ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمد ﷺ کے گھر والو! میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو۔ اللہ جل شانہ تمہیں جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہاتھ روک لیا۔ حضرت فاطمہؓ سے مشورہ کیا، انہوں نے فرمایا ضرور دے دیجیے۔ وہ سب روٹیاں اس کو دیدیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ دوسرے دن میں پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری تہائی اُون کی کاتی اور ایک صاع جو کا اُجرت لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور خود پانی پی کر تیسرے دن کر روزہ شروع کر دیا۔ اور صبح کو حضرت فاطمہؓ نے اُون کا باقی حصہ کا تا اور ایک صاع جو کا جو رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دیدی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دیدیں اور خود فاقہ سے رہے، چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں لیکن کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے چلو فاطمہ کے پاس چلیں۔ حضور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں۔ پیٹ کمر سے لگ رہا تھا حضور ﷺ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کی۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ دہر کی آیات وَیُطْعِمُوْنَ

الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا لے کر آئے اور اس پر وانہ خوشنودی کی مبارک باد دی''۔ ۱

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سخاوت کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے الفاظ میں وہ بھی سنتے چلیں۔

(۲) ابوالحسن مدائنیؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ حج کے لیے تشریف لے جارہے تھے، راستے میں اُن کے سامان کے اُونٹ ان سے جدا ہو گئے، یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے ایک خیمہ پر اُن کا گزر ہوا۔ اس میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو کوئی چیز (پانی یا دُودھ لسی وغیرہ) تمھارے پاس موجود ہے؟ اس نے کہا، ہے۔ یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اُترے۔ اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی اس کی طرف اشارہ کر کے اُس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو۔ ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر اُنھوں نے پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ اُس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے۔ اس کو تم میں سے کوئی ذبح کر لے تو میں پکا دوں گی۔ اُنھوں نے اس کو ذبح کیا اس نے پکایا۔ یہ حضرات کھا پی کر جب شام کو چلنے لگے تو انھوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں اس وقت حج کے ارادہ سے جارہے ہیں۔ اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو تو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے شام کو جب اس کا خاوند (کہیں جنگل وغیرہ سے) آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کو قصہ سُنایا، وہ بہت خفا ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی۔ معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے۔ پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے۔ غرض وہ خفا ہو کر چُپ ہو گیا، کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے۔ دن بھر مینگنیاں چُگا کرتے اور ان کو بیچ کر گزر کیا کرتے۔ ایک دن وہ بڑھیا مینگنیاں چُگ رہی تھی۔ حضرت حسنؓ اپنے دوازے کے آگے تشریف رکھتے تھے جب یہ وہاں کو گزری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تو مجھے بھی پہچانتی ہے؟ اس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا، آپ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں دودھ اور بکری

۱ فضائل صدقات ص ۵۲۴

والا۔ بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا کیا خدا کی قسم تم وہی ہو، حضرت حسنؓ نے فرمایا میں وہی ہوں اور یہ فرما کر آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک ہزار بکریاں خریدی جائیں۔ چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار (اشرفیاں) نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت حسینؓ نے دریافت فرمایا کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟ اس نے کہا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ یہ سُن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسینؓ نے عطا فرمائی۔ اس کے بعد اس کو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس بھیج دیا اُنہوں نے تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو اُنہوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ اگر تو پہلے مجھ سے پہلے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اُس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔ [1]

حضراتِ حسنینؓ کا اندازِ تبلیغ :

''علامہ کردری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مقدس نواسوں (حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما) نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا اور اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی، اور جلد بازی میں وضو اور نماز کے مسنون طریقوں میں اس سے کوتاہی ہوگئی۔ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ نے اسے سمجھانا چاہا۔ اُنھیں یہ اندیشہ ہوا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے اپنی غلطی سُن کو کہیں مشتعل نہ ہو جائے، چنانچہ دونوں حضرات اُس بوڑھے کے قریب آئے اور کہا: ہم دونوں جوان ہیں اور آپ تجربہ کار آدمی ہیں آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہوں گے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو وضو کر کے اور نماز پڑھ کے دکھائیں۔ اگر ہمارے طریقہ میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اس کے بعد دونوں نے سنت کے مطابق وضو کر کے نماز پڑھی، بڑے میاں نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا''۔ [2]

---

[1] احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۴۹ بحوالہ فضائل صدقات ص ۵۰۳ [2] مناقب الامام الاعظم للعلامۃ الکردری

. قارئین محترم تبلیغ کا یہ انداز وہی ہے جسے قرآن نے اُدْعُوْ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ سے تعبیر کیا ہے۔اس انداز تبلیغ کو جس نے بھی اپنایا وہ کامیاب رہا، یہ انداز ہمارے اسلاف سے منتقل ہو کر ہمارے اکابر تک پہونچا اور اُنہوں نے بھی اس انداز تبلیغ سے مخلوق کی رہنمائی کی ۔مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کا ایک واقعہ نظر سے گزرا وہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں :

''شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپ نے بعد وعظ اس سے کہا ذرا ٹھہر جایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ یہ وعیدیں آئی ہیں ۔اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لیے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے ۔اس شخص نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا ہے البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب میں تائب ہوتا ہوں انشاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا''۔[1]

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ :

مندرجہ بالاعنوان سورۂ آل عمران کی ایک آیت کریمہ کا ٹکڑا ہے،اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین متقین کی خاص صفات وعلامات بتلائی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے وہ غصہ کو پی لیتے ہیں ۔اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالے سے سید السادات حضرت امام زین العابدینؒ کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے جی چاہا کہ قارئین کی نذر کیا جائے شاید کوئی اس سے عبرت حاصل کر کے عمل پیرا ہو جائے۔

امام بیہقیؒ نقل فرماتے ہیں :

''امام زین العابدینؒ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر امام زین العابدینؒ کے اُوپر گرا۔آپ کے تمام کپڑے بھیگ گئے ،غصہ آنا طبعی امر تھا، کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (وہ اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں)۔

---

[1] حکایاتِ اولیاء ص ۴۳ طبع دارالاشاعت کراچی

یہ سنتے ہی سید السادات کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا بالکل خاموش ہو گئے، اُس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (لوگوں کو معاف کرتے ہیں) پڑھ دیا۔ آپ نے فرمایا : میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا، (کنیز بھی ہوشیار تھی اُس کے بعد) اُس نے تیسرا جملہ بھی سُنا دیا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)۔ امام زین العابدینؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔" [1]

☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	Rs:10,40,000.00

---

[1] رُوح المعانی ج ۲ ص ۵۹